SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Sunday, March 13, 1988

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad at ten of the clock in the morning with Mr. Chairman (Mr. Ghulam Ishaq Khan) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ عِنْدَ رَبِّہِمْ جَنّٰتِ
النَّعِیْمِ ۝ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِیْنَ کَا
لْمُجْرِمِیْنَ ۝ مَا لَکُمْ کَیْفَ تَحْکُمُوْنَ
اَمْ لَکُمْ کِتٰبٌ فِیْہِ تَدْرُسُوْنَ ۝
اِنَّ لَکُمْ فِیْہِ لَمَا تَخَیَّرُوْنَ ۝ اَمْ لَکُمْ
اَیْمَانٌ عَلَیْنَا بَالِغَۃٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ
اِنَّ لَکُمْ لَمَا تَحْکُمُوْنَ ۝ سَلْہُمْ اَیُّہُمْ
بِذٰلِکَ زَعِیْمٌ ۝ اَمْ لَہُمْ شُرَکَآءُ
فَلْیَاْتُوْا بِشُرَکَآئِہِمْ اِنْ کَانُوْا صٰدِقِیْنَ

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Sunday, March 13, 1988

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad at ten of the clock in the morning with Mr. Chairman (Mr. Ghulam Ishaq Khan) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

إِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ
النَّعِيْمِ ۝ أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَا
لْمُجْرِمِيْنَ ۝ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ۝
أَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ ۝
إِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ ۝ أَمْ لَكُمْ
أَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ
إِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ ۝ سَلْهُمْ أَيُّهُمْ
بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ ۝ أَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ
فَلْيَأْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ إِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ۝

ترجمہ : شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔
بے شک پرہیزگاروں کے لیے ان کے رب کے نزدیک آسائش کی جنتیں ہیں۔ کیا ہم فرما
نبرداروں کو نافرمانوں کے برابر کر دیں گے۔ تم کو کیا ہوا۔ تم کیسا فیصلہ کرتے ہو۔ کیا تمہارے پاس کوئی
کتاب ہے۔ جس میں پڑھتے ہو۔ کہ اس میں تمہارے لیے وہ چیز ہو جس کو تم ناپسند کرتے ہو۔ کیا ہمارے
ذمہ کچھ قسمیں چڑھی ہوئی ہیں۔ جو تمہاری خاطر سے کھائی گئی ہوں۔ اور وہ قسمیں قیامت تک باقی
رہنے والی ہوں۔ کہ تم کو وہ چیزیں ملیں گی جو تم فیصلہ کر رہے ہو۔ ان سے پوچھیئے۔ ان میں اس
کا کوئی ذمہ دار ہے۔ کچھ ان کے ٹھہرائے ہوئے کچھ شریک ہیں۔ سو اُن کو چاہیئے کہ یہ اپنے
شریکوں کو پیش کریں۔ اگر یہ سچے ہیں۔

سورۃ القلم : ۳۴ تا ۴۱۔

جناب چیئرمین: جزاک اللہ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

جناب عبدالرحیم میرداد خیل: پوائنٹ آف آرڈر۔ کشمیر کے ایک ممتاز رہنما تحریک آزادی کشمیر کے رہنما اور آزاد کشمیر کے سابق صدر جناب کے۔ ایچ خورشید صاحب گذشتہ رات کو گوجرانوالہ میں ایک ٹریفک کے حادثے میں جان بحق ہو گئے اور ایک بہترین سیاسی شخصیت تھی۔ اور کشمیر کی آزادی کے لیئے ان کی تمام جدوجہد شک و شبہ سے بالاتر تھی۔ وہ آزاد کشمیر میں متحدہ اپوزیشن کے رہنما بھی تھے آپ کے توسط سے میری اس ایوان سے درخواست ہے کہ ان کے ایصال ثواب کے لیئے فاتحہ خوانی کی جائے۔

جناب چیئرمین: جناب شیریں دل خان صاحب۔

میجر جنرل ریٹائرڈ شیریں دل خان نیازی: پاکستان کے ایک اتھلیٹ صوبیدار عبدالخالق کے لیئے بھی دعا کی جائے۔ دو دن پہلے ان کا انتقال ہوا تھا۔

جناب چیئرمین: جناب میرداد خیل صاحب! آپ سے درخواست ہے کہ دونوں اصحاب کے لیئے دعا مغفرت کریں۔

(دعائے مغفرت کی گئی)

LEAVE OF ABSENCE

جناب چیئرمین: جناب اصغر علی شاہ صاحب اپنی علالت کی بنا پر ۲۸/ فروری اور ۶ سے ۹ مارچ تک ایوان میں شرکت نہ کر سکے اس لیے انہوں نے ایوان سے ان تاریخوں کیلئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا ایوان رخصت کی اجازت دیتا ہے۔

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب مہر خداداد خان اپنی ذاتی مصروفیات کی بنا پر ۲۸ فروری سے ۱۰ مارچ تک ایوان میں شرکت نہیں کر سکے۔ لہذا انہوں نے ان تاریخوں کے لیئے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا ایوان رخصت کی اجازت دیتا ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: بریگیڈیئر ریٹائرڈ عبدالقیوم نے ۹/تا ۱۵/ مارچ تک ایوان سے درخواست کی ہے۔ کیا ایوان رخصت کی اجازت دیتا ہے۔

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب پروفیسر خورشید احمد صاحب کسی ذاتی کام کے لیئے ملک سے باہر جا رہے ہیں۔ انہوں نے ۱۵ سے ۱۷ مارچ تک رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا ایوان رخصت کی اجازت دیتا ہے۔

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب ابراہیم بلوچ نے اطلاع دی ہے کہ وہ ملک سے باہر جا رہے ہیں لہذا وہ ۱۰/ سے ۲۰ مارچ تک اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں گے۔ کیا ایوان رخصت کی اجازت دیتا ہے۔

(رخصت منظور کی گئی)

ADJOURNMENT MOTIONS

جناب چیئرمین: ایڈجرنمنٹ موشن، جناب پروفیسر خورشید احمد صاحب۔

Re: STRIKE OBSERVED BY THE KARACHI AND LAHORE STOCK EXCHANGES AS A RESULT OF THE ARREST OF VICE PRESIDENT OF KARACHI STOCK EXCHANGE

پروفیسر خورشید احمد: شکریہ جناب چیئرمین! میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ مجھے اس امر کی اجازت دی جائے کہ مندرجہ ذیل تحریک التوا پیش کر سکوں۔

میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ ایوان کی معمول کی کارروائی معطل کر کے قومی اہمیت کے اس مسئلے پر فوری بحث کی جائے جو کراچی اسٹاک ایکسچینج کی ہڑتال سے پیدا ہوا۔ کراچی اسٹاک ایکسچینج آج تین دن سے بند ہے اور قومی معیشت کو بڑا نقصان ہو رہا ہے۔ ایکسچینج کو اس لیے بند کیا گیا ہے کہ حکومت نے ایکسچینج کے نائب صدر کو بیئرر نیشنل بانڈز کی خرید و فروخت کے سلسلے میں گرفتار کر لیا ہے اس کی اطلاع روزنامہ "ڈان" کراچی مورخہ ۹/ مارچ اور "مسلم" اسلام آباد مورخہ ۱۰/ مارچ کو شائع ہوئی ہے۔ ۹ مارچ کو روزنامہ "جنگ" لاہور نے بھی اس کی تفاصیل دی ہیں۔ یہ مسئلہ اس امر کا متقاضی ہے کہ اس پر سینیٹ میں فوری طور پر بحث کی جائے۔

Mr. Chairman: Is it being opposed?

Mr. Wasim Sajjad: Opposed.

پروفیسر خورشید احمد: جناب والا! آپ اس امر سے واقف ہیں کہ سٹاک ایکسچینج کوئی سیاسی ادارہ نہیں ہے بنیادی طور پر ایک حیثیت سے سٹاک ایکسچینج کسی معیشت کا بیرومیٹر ہوتا ہے۔ اور سٹاک ایکسچینج میں ہڑتال ہونا ایک غیر معمولی واقعہ ہے۔ یہ ایک معمولی شے نہیں۔ پھر جس بنا پر یہ صورتحال پیدا ہوئی وہ بھی آپ کے سامنے ہے کہ نیشنل بیئرر بانڈز جو ۱۹۸۵ء میں انٹروڈیوس کیے گئے تھے اور جس بنیاد پر کیے گئے تھے وہ یہ تھی کہ بانڈز ایسے ہیں کہ جن میں سرمائے کے متعلق سوال پوچھے بغیر سرمایہ invest کیا جا سکتا ہے۔ یہ بانڈز بیئرر بانڈز تھے۔ فطری طور پر ان کی خرید و فروخت کے بارے میں افراد کی identity معلوم نہیں کی جا سکتی۔ میں اس وقت اس امر پر بحث نہیں کر رہا کہ بیئرر بانڈز کی پالیسی اچھی ہے یا بری۔ البتہ یہ بات ریکارڈ پر ہے۔ میں نے اس وقت بھی اس پر اعتراض کیا تھا۔ یہ طریقہ سرمایہ کی whitening کا صحیح نہیں ہے۔ دوسرے ذرائع موجود ہیں جن سے یہ کام لیا جا سکتا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ایک پالیسی حکومت نے بنا لی اور اس پالیسی کی بنا پر لوگوں نے اربوں روپیہ اس میں لگایا اور اس کے بعد تین سال سے ان بانڈز کی خرید فروخت ہو رہی ہے تو اب اس معاملے میں جب تک کوئی پالیسی departure کسی ایسی بنیاد پر نہ ہو کہ قومی مفاد میں ہو۔ اور جس میں تمام طبقوں کو اعتماد میں لیا جائے، کسی حیثیت سے بھی قابلِ قبول نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اس اقدام کی وجہ سے کراچی سٹاک ایکسچینج میں، لاہور میں اور پورے ملک میں ایک سراسیمگی کی فضا پائی جاتی ہے۔ یہ بات کہی جاتی ہے کہ غالباً کوئی چوری کے بانڈز تھے۔ جن کے بارے میں یہ کام کیا گیا۔ جہاں تک ملک کا قانون اور اس قانون کے اطلاق کا تعلق ہے۔ اس معاملے میں کوئی دو آرا نہیں ہو سکتیں۔ کہ اگر کسی نے قانون کی خلاف ورزی کی ہے۔ تو آپ اس کے ساتھ قانون کے مطابق کارروائی کیجئے لیکن جو implicaton اس کی ایک پورے institution کے بارے میں ہے۔ اور آج بیئرر نیشنل بانڈز ایک institution بن گئے ہیں، اس کی وضاحت کیے بغیر اس کی implications دیکھے بغیر اگر کوئی اقدام کیا جاتا ہے تو فطری طور پر اس کے اثرات بڑے خراب ہوں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایسا مسئلہ ہے جو فوری اہمیت کا ہے۔ اس کا تعلق مرکزی حکومت سے ہے۔ وزارتِ خزانہ کی پالیسی اس سے متعلق ہے اور یہ محض لوکل ایڈمنسٹریشن کا مسئلہ نہیں ہے۔ اس کے نتیجے میں ملک میں ایک crisis کی سی situation پیدا ہو گئی ہے۔ کراچی سٹاک ایکسچینج جس میں لاکھوں روپے روزانہ کاروبار ہوتا ہے وہ معطل ہوا ہے۔ لاہور ایکسچینج نے بھی sympathetic strike کی ہے اور باوجود

اس کے کہ متعلقہ شخص کو رہا کر دیا گیا۔ لیکن بیئرر نیشنل بانڈز کے سلسلے میں economic consequences رونما ہوئے ہیں۔ ان کی بنا پر سٹرائیک برابر جاری ہے۔ میں سمجھتا ہوں یہ ایک بات بالکل آئیڈیل کیس ہے جو قومی اہمیت کا مسئلہ ہے فوری وقوع پذیر ہونے والا معاملہ ہے جس کے consequences سرکاری پالیسی سے متعلق ہیں۔ اس لیے اس موضوع پر ایوان کی کارروائی کو معطل کر کے fulfledged بحث کا موقع دیا جائے۔

Mr. Chairman: Thank you. Any other gentleman who would like to express his views? Mr. Javed Jabbar Sahib.

Mr. Javed Jabbar: I would like to express for personal reasons as much as for reason of a principle. I happened to be a resident of the city in which this incident occurred which is referred to in the adjournment motion and it happens to have taken place in the city which has been the subject of discussion in the Senate only last week when one Member attempted to move an adjournment motion relating to the increase in rates of power charges to industries in Karachi. And I feel that the incident referred to justifies a discussion by the House because it yet again shakes the faith of not only the private sector in Karachi which contributes so much to industrial enterprise in Pakistan, it also shakes the faith of people, yet again, if at all, there is any faith left in the manner in which law and anti-law is enforced. In this case, Mr. Chairman, we have a classic example of not a law being wrongly enforced but where a statute or a provision does not exist, the law enforcing institution blatantly violates a provision of government, disrespects the sanctity and integrity that belongs to any institution that openly conducts its business, invades their privacy, disturbs the pùblic peace in a manner because the trading of stocks and shares relates to the public interest and in our country where the percentage of investment in stocks and shares and bonds is so minimum and confines to a very small segment of the population. Even there the application of such an arbitrary method by the law enforcing agencies demonstrates what is happening to Karachi, in a microcosm, and to the country as a whole, where a law enforcing institution can blatantly get away with an act that violates one of its own government's provisions and taunts the public and the private sector about the efficacy of any defensive procedure. So, therefore, I endorse the arguments advanced by Professor Khurshid and suggest that this subject be discussed in the House. Thank you.

Mr. Chairman: Jenab Mir Dad Khel Sahib.

جناب عبدالرحیم میر داد خیل: میں مختصراً یہ کہوں گا کہ میں اس کی پرزور حمایت کرتا ہوں۔

Mr. Chairman: Mr. Wasim Sajjad.

Mr. Wasim Sajjad: Sir, there is no doubt that the Stock Exchange is an important institution and I agree with the mover that it is a barometer of the economy of the country but the question here is not of the fact that it is important or not [important]. The question is whether these facts as they have been stated in the adjournment motion qualify for admission of the adjournment motion?

The fact as I have been able to gather from the Press report is that a case of theft of Bearer National Bonds was registered at Lahore about two months ago, in which the complainant had also given the numbers of the bonds which were stolen. The Punjab Police received the information that these were sold at Karachi through the gentleman who has been arrested namely, Haji Usman, and the Punjab Police, therefore, in pursuance of this FIR which was registered went to Karachi and arrested Haji Usman. The person concerned Sir, moved the Session Judge for grant of bail and he has been granted bail on the 8th of March, and the court has required that he should get the bail confirmed from the Session Judge at Lahore. So, the normal processes of law are at work and the arrest was also made in pursuance of FIR and in pursuance of the normal operation of law. The matter is under investigation of the Police and it is also being taken cognizance by the court and, in these circumstances, my humble submission would be that it does not qualify for admission as an adjournment motion.

Moreover, Sir, this theft took place about two months ago, the person was arrested on the 7th of March, 1988, the adjournment motion has been moved on the 10th of March. So, for the reason that the matter is under investigation, it is not a matter which requires the intervention of the Senate. It is under investigation by the Police. The court is taking cognizance of it, and I would also say Sir, the government also through the Governor of the State Bank of Pakistan has intervened to bring about an amicable solution to this problem raised by the fact that the Karachi Stock Exchange decided to go on strike. So, in these circumstances, I would submit that it may not be admitted as an adjournment motion. Thank you, Sir.

Mr. Chairman: Prof. Khurshid Sahib.

<u>پروفیسر خورشید احمد</u>: جناب چیئرمین! میں ممنون ہوں جناب وزیر علم کا کہ انہوں نے کم از کم دو باتوں کا بڑے کھلے دل سے اعتراف کیا ہے۔ پہلی بات یہ کہ سٹاک ایکسچینج کی جو اہمیت ملک کی معیشت میں ہے اور اگر اسٹاک ایکسچینج میں کوئی ایسی چیز واقع ہوئی ہے جس کی بنا پر ملک کی پوری معیشت متاثر ہو تو یہ فی الحقیقت ایک قومی اہمیت کا مسئلہ ہے۔ دوسرے انہوں نے اس کا بھی اعتراف کیا کہ یہ مسئلہ ے اور ۸ مارچ کو پیش آیا ہے۔ ۹ مارچ کے اخبارات نے اس

کو رپورٹ کیا ہے اور ۱۰ مارچ کو میں نے یہ move کیا ہے۔ دوسرے الفاظ میں یہ ایک recent occurrence ہے۔ میں نے چوری کے بارے میں کوئی قرارداد پیش نہیں کی ہے میں نے قرارداد پیش کی ہے سٹاک ایکسچینج کی سٹرائک کے بارے میں تو یہ دونوں باتیں انہوں نے مان لی ہیں - اب مسئلہ یہ ہے کہ ان کا جو کیس ہے وہ یہ ہے کہ ایک چوری کا واقعہ ہے اور ہم اس کے بارے میں قانونی کاروائی کر رہے ہیں۔ آپ کا حق ہے کہ آپ چوری کے معاملے میں قانونی کاروائی کریں مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں اور میری قرارداد کا اصل ہدف یہ نہیں میری قرارداد کا اصل ہدف یہ ہے کہ بیئرر نیشنل بانڈز کی حیثیت بالکل کیش نوٹ کی طرح ہے اس میں identity disclose نہیں کی جاتی کہ یہ کس کا ہے۔ کس نے بیچا ہے۔ کس نے خریدا ہے۔ سارا فلسفہ یہی ہے۔ میں نے خود یہ بات کہہ دی ہے کہ میں اصولاً اس پالیسی کے حق میں نہیں تھا لیکن جب آپ کے ملک نے officially ایک پالیسی اختیار کی ہے اور اس کی بنیاد پر آپ نے پورے کے پورے پرائیویٹ سیکٹر کی پوری اکانومی کو ایک خاص نہج پر ڈال دیا ہے تو پھر جو اقدام آپ نے کیا ہے۔ اس کی implication ٹریڈر یا بروکر کے لئے نہیں بلکہ پورے کا پورا بیئرر نیشنل بانڈز کا concept اور وہ تمام افراد جنہوں نے بیئرر نیشنل بانڈز میں پیسہ لگایا ہے۔ اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ میری قرارداد دراصل سٹاک ایکسچینج کے اسی اقدام پر ہے اور اگر ان کو یاد دلاؤں سٹاک ایکسچینج کی قرارداد انہوں نے پڑھی ہے۔ تو اس میں صاف طور پر یہ کہا گیا ہے کہ سٹاک ایکسچینج میں سٹرائک واپس پریذیڈینٹ کی ضمانت ہو جانے کے باوجود جاری رہے گی۔ اس لئے کہ اس کا تعلق فرد واحد کی رہائی یا گرفتاری سے نہیں بلکہ سٹرائک کا تعلق اس بنیادی مسئلے سے ہے بیئرر نیشنل بانڈز کی حیثیت کیا ہے بیئرر نیشنل بانڈز کے معاملات کو کیسے tackle کیا جائے گا اور اگر اس میں اس معروف پالیسی سے ہٹ کر کوئی راستہ اختیار کیا جاتا ہے تو فی الحقیقت اس کی implications ایک دو نہیں ہزاروں افراد اور دو چار سو روپے نہیں بلکہ بلین روپوں پر ہوگی۔ اس پر میں نے بات کی ہے اور اس بارے میں جناب وزیر عدل نے کوئی بات نہیں کی۔ میں سمجھتا ہوں جو کچھ انہوں نے کہا اس کی بنیاد پر میرا استحقاق بن جاتا ہے کہ اس تحریک التوا کو منظور کیا جائے گا۔ شکریہ!

Mr. Chairman: As I see it, the motion does raise an issue of urgent public importance. Secondly, it also relates substantially to one definite issue and that is the closure of the Stock Exchanges both at Karachi and Lahore and thirdly, it is a matter of recent occurrence. I think, there cannot be any doubt about it. So, look at it from that point of view. I consider that

the matter proposed to be discussed is in order. Now it is upto the House whether the House would permits the honourable member to move the motion?

Mr. Wasim Sajjad: Sir, one thing that I want to bring to your notice that I have been told. The strike has come to an end and they have resumed their work. So, in these circumstances, even though it will not be useful to have another two hours' discussion on it because the work has started again.

Mr. Chairman: Well, in the light of that if that is acceptable to the mover of the motion I will have no objection because then there would be no issue before the House.

Mr. Wasim Sajjad: Sir, the issue does not remain alive. Why to discuss it for two hours?

Mr. Chairman: But it is upto the honourable members to say that.

پروفیسر خورشید احمد: جناب چیئرمین! میں یہ توقع کر رہا تھا کہ کم از کم وزیر خزانہ آج تشریف لائیں گے۔ اس کا نوٹس تین دن پہلے دیا جا چکا تھا۔ وزیر عدل بیچارے کو خزانہ کے بارے میں کوئی معلومات نہیں۔ وہ سٹیٹمنٹ دیتے کہ بیئرر نیشنل بانڈز کے بارے میں ہماری پالیسی کیا ہے۔ اور اسٹاک ایکسچینج سے ہم نے کیا معاملات negotiate کیئے ہیں یا نہیں کیئے ہیں تو بات واضح ہو جاتی اور بھی پارلیمانی روایات ہیں لیکن مشکل یہ ہے کہ وزراء ان چیزوں کا بروقت نوٹس نہیں لیتے۔ اور اس کے بعد پھر ایوان کے سامنے یہ صورت حال آتی ہے جو زیادہ خوشگوار نہیں ہوتی۔

جناب چیئرمین: تو اس میں آپ کی کیا رائے ہے جہاں تک سٹرائیک کا تعلق ہے وہ ایشو نہیں رہا اور اسی بنا پر میں اس کو سمجھتا تھا تو کیا آپ اس پر اصرار کریں گے۔

پروفیسر خورشید احمد: کم از کم وزیر خزانہ کو ہاؤس میں بیئرر نیشنل بانڈز کے بارے میں پالیسی واضح کرنی چاہیئے۔

Mr. Chairman: For that, you are still free to bring a motion under Rule 194, to discuss the question of Bearer National Bonds.

Mr. Javed Jabbar: This motion is still valid, Sir.

جناب وسیم سجاد: مدعی سست گواہ چست والی بات ہے سر۔

جناب چیئرمین: پروفیسر صاحب کیا فرماتے ہیں۔

پروفیسر خورشید احمد: اس کو مناسب طریقے سے ذبح ہونے دیجئیے۔ آپ کے پاس قرارداد کو ذبح کرنے کا جو کوئی شرعی طریقہ ہے۔ ان آرڈر ہے مگر میجارٹی اگر ساتھ نہیں دیتی تو ٹھیک ہے

Mr. Chairman: The alternative is that I will put it to the House if you are not prepared to withdraw it. Because I have considered it in order.

Mr. Javed Jabbar: I think, it is in order and it should be pressed because neither the Minister . . . (interruption)

Mr. Wasim Sajjad: Sir, my request to the honourable mover is that because the strike has come to an end and the issue is not alive, therefore, the time of another two hours could perhaps be spent more usefully on something else. I can also ask the Finance Minister when he is here tomorrow whether he wants to make a statement, because the issue raised is not the policy regarding Bearer National Bonds, the issue raised is the strike in the Stock Exchange, and on this issue . . .

Mr. Chairman: No. I think, the issue partly relates to the transaction in Bearer National Bonds in the Stock Exchange. I think, this is one of the important issues.

Mr. Wasim Sajjad: Sir, I will ask him to make a statement on this matter.

Mr. Chairman: No. In that case, I think, instead of adjournment motion we will take it as a motion under Rule 194 in which the Minister can then make a statement.

Prof. Khurshid Ahmed: Alright. That is a good solution.

Mr. Chairman: I think, this would be the via media and that could be a good compromise. So, we will take this as a motion under Rule 194 to be discussed . . . (interruption)

Mr. Wasim Sajjad: Sir, this just shows that the government is ready for any compromise, and therefore, I also request the honourable members that they should also be accommodative to the government.

THE COMPANIES (AMENDMENT) BILLS, 1987

جناب چیئرمین: Legislative business قاضی حسین احمد صاحب۔

قاضی حسین احمد: جناب چیئرمین! میں ہاؤس کی اجازت چاہتا ہوں کہ مجھے کمپنیز آرڈیننس مجریہ ۱۹۸۴ (۴۷) بابت ۱۹۸۴ میں ترمیم کے لیے کمپنیز (ترمیمی) بل ۱۹۸۷ کو پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔

Mr. Chairman: Is it being opposed?

Mr. Wasim Sajjad: Yes Sir.

جناب چیئرمین: قاضی صاحب کچھ مختصر سی تشریح کر لیں کہ کس وجہ سے آپ یہ ترمیم چاہتے ہیں۔

قاضی حسین احمد: میرا خیال ہے پروفیسر خورشید احمد نے بھی یہی بل دیا ہے۔ وہ بھی بل دیا ہے وہ بھی پیش کر لیں۔

جناب چیئرمین: وہ بھی پیش کر لیں لیکن اگر آپ دونوں کا سبجیکٹ ایک ہے تو پھر ایک ہو جائے تو دوسرا infructuous ہو جائے گا۔

پروفیسر خورشید احمد: ہم دونوں integrate کر رہے ہیں۔

جناب چیئرمین: فی الحال آپ دونوں حضرات میں سے ایک صاحب اس پر بول لیں۔

پروفیسر خورشید احمد: میں بول لیتا ہوں جی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین مسئلہ یہ ہے کہ ایک جمہوری ملک میں جس میں حکومت کا نظام انتخاب کے ذریعے سے بنتا اور بدلتا ہے اور نظام حکومت کو چلانے کے لیے سیاسی پارٹیاں بنیادی کردار ادا کرتی ہیں۔ اس جمہوری ملک میں سیاسی پارٹیوں کی کیا حیثیت رہتی ہے۔ خصوصیت سے اس کے مالیات کیوں کر حاصل کیے جاتے ہیں یہ دراصل ایک بڑا ہی بنیادی سوال ہے۔ اور اس کا تعلق ہمارے دستور، ہماری روایات، دنیا کے نظام جو جمہوری نظام میں سیاسی پارٹیوں کی حیثیت ہے۔ اس سے ہے اور اس بنا پر میں سمجھتا ہوں کہ یہ بڑا بل ہے۔ جو اس وقت آپ کے سامنے اور آپ کے توسط سے قوم کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔

جناب والا! میں سب سے پہلے آپ کو آئین کی دفعہ ۱۷ دیکھنے کی دعوت دوں گا کہ بڑی بنیادی دفعہ ہے اور اس میں یہ بات کہی گئی ہے۔

Article 17 - (1) "Every citizen shall have the right to form associations or unions, subject to any reasonable restrictions imposed by law in the interest of sovereignty or integrity of Pakistan, public order or morality."

(2) Every citizen, not being in the service of Pakistan, shall have the right to form or be a member of a political party, subject to any reasonable restrictions imposed by law in the interest of the sovereignty or integrity of Pakistan and such law shall provide that where the Federal Government declares that any political party has been formed or is operating in a manner prejudicial to the sovereignty or integrity of Pakistan, the Federal Government shall, within fifteen days of such declaration, refer the matter to the Supreme Court whose decision on such reference shall be final.

(3) Every political party shall account for the source of its funds in accordance with law.

جناب والا! اس آرٹیکل ۱۷ کی یہ تین شقیں ہیں جو ہماری توجہ اپنی طرف مبذول کراتی ہیں اور ان میں سب سے پہلے یہ حق مانا گیا ہے کہ اس ملک میں سیاسی پارٹیاں بنائی جا سکتی ہیں اور سیاسی نظام سیاسی پارٹیوں کے ذریعے سے کام کرے گا، دوسری میں یہ اصول مانا گیا ہے کہ کوئی شخص کسی بھی پارٹی کا ممبر ہو سکتا ہے۔ پارٹی بنا سکتا ہے اور حکومت اس پر قانون کے تحت reasonable restrictions لگا سکتی ہے۔ یہ اختیار حکومت کو دیا گیا ہے اور حکومت نے اس کی مناسبت سے Political Parties Act پاس کیا ہے تیسری چیز یہ ہے جو بڑی اہم ہے کہ سیاسی پارٹی اپنا اکاونٹ رکھے گی اور وہ جائز طریقے سے مالیات حاصل کرے گی اور گورنمنٹ کو اس کا اکاؤنٹ دے گی اور اگر Politial Parties Act کا آپ مطالعہ فرمائیں تو آپ یہ دیکھیں گے کہ اس میں یہ پابندی ہے کہ کوئی پارٹی کسی باہر کی حکومت سے، کسی باہر کی سیاسی پارٹی سے مالیات حاصل نہیں کر سکتی اگر حاصل کرے تو اس بنیاد پر اسے خلاف قانون قرار دیا جا سکتا ہے تو جناب والا! یہ ہے ہمارے دستور کی بنیاد۔ یہ آرڈیننس ۱۹۷۴ میں آیا ہے اور اس میں ترامیم بعد میں کی گئی ہیں یہ آرڈیننس ۱۹۸۴ میں جس وقت نافذ کیا گیا۔ اس وقت چونکہ ملک میں مارشل لاء تھا۔ اور کوئی سیاسی جماعت قانوناً موجود نہیں تھی Political Parties Act بھی operative نہیں تھا۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ جس وقت یہ آرڈیننس نافذ ہوا ہے۔ اس وقت کے حالات کی روشنی میں اس کے اندر ایک دفعہ ایسی رکھی گئی ہو جو آج غیر ضروری ہی نہیں بلکہ دستور سے متصادم ہے میں آپ کی توجہ اس کی دفعہ ۱۹۷ کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔

197 Prohibition regarding making of political contributions.

1. Notwithstanding anything contained in this Ordinance a company shall not contribute any amount:

   (*a*) to any political party, or

   (*b*) for any political purpose to any individual or body.

2. If a company contravenes the provisions of sub-section (1) then (i) the company shall be liable to fine which may extend to 10,000 rupees and (ii) every Director and officer of the company who is knowingly and willfully in default shall be punishable with imprisonment of either description for a term which may extend to two years and shall also be liable to fine.

جناب والا! کمپنی آرڈیننس کی یہ دفعہ جو ہے یہ دستور کی دفعہ ۱۷ سے جو اب سے operative ہے اور اس وقت held in abeyance تھی متصادم ہے۔ سیاسی پارٹیاں اس ملک کی ضرورت ہیں سیاسی نظام کی ایک ضرورت ہیں، آئین کا ایک تقاضا ہے اور سیاسی پارٹیوں کو اپنا کام کرنے کے لیئے مالیات کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ مالیات بالعموم تین طریقے سے حاصل کیئے جاتے ہیں۔ پہلی شکل یہ ہے کہ وہ اپنے ممبرز سے اپنی constituent unit سے مالی تعاون حاصل کرتی ہیں، دوسرا یہ ہے کہ ملک کی تجارتی، سماجی، وقف اور اس نوعیت کے جتنے بھی ادارے ہیں ان سے contribution لیتی ہیں اور تیسری چیز یہ ہے کہ خود حکومت سیاسی پارٹیوں کو بلا لحاظ اس بات کے کون Party-in-power ہے اور کون opposition میں ہے ان کی مدد کرتی ہے۔ میں نے جناب والا! جس حد تک اس معاملے میں مطالعہ کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ کے سامنے یہ بات رکھوں کہ اس سلسلے میں دنیا کی روایات کیا ہیں۔ میں سب سے پہلے ہالینڈ کی مثال آپ کے سامنے پیش کروں گا۔ ہالینڈ میں صورت حال یہ ہے کہ تمام سیاسی پارٹیوں کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ اپنے ممبرز سے، بزنس سے، پرائیویٹ ایسوسی ایشنز سے مالی معاونت حاصل کریں اور اس کے ساتھ ساتھ حکومت ہر پارٹی کو مختلف قسم کی مدد دیتی ہے جن میں political campaign کے دوران بلا معاوضہ ٹیلی ویژن پر وقت دینا، ڈاک کا خرچہ لیے بغیر لٹریچر تقسیم کرنے کا موقع دینا، نیز تمام پارٹیوں کو ایک گرانٹ دی جاتی ہے، پھر وہ پارٹی جو چار فیصد ووٹ حاصل کرے وہ گویا کہ ملک کی پارلیمانی پارٹی ہے اور اس پارٹی کو اس کے مصارف کے لیئے سرکاری خزانے سے مدد دی جاتی ہے۔

آسٹریلیا کے اگر آئین اور سیاسی نظام کا مطالعہ کیا جائے تو وہاں پر بھی صورتحال یہی ہے کہ تمام پارٹیاں اپنے ممبرز سے مالیات لینے کے لیئے آزاد ہیں۔ نیز یہ پارٹیز business سے industry سے یا ملک کے کسی بھی ادارے سے وہ لے سکتی ہیں۔ اور آگے بڑھیئے بلجیئم کے بارے میں ہمیں معلوم ہوتا ہے اور یہ میں

"World Encyclopedia of Political Systems and Political Parties"

سے پیش کر رہا ہوں۔

Parties actually represented in either House benefit from an annual direct State subsidy at the rate of 280,000 Belgium Francs equivalent to about 8,000 dollars per Deputy and 480,000 Francs equivalent to about 13,000 dollars for every Senator. Perhaps more important is the fact that the Senate also provides jobs etc.

کینیڈا کی صورت حال بھی یہی ہے کہ کینیڈا میں پولیٹیکل پارٹیز جو ہیں وہ نہ صرف یہ کہ donations, contributions تمام اداروں سے لے سکتی ہیں، اپنی پبلیکیشنز سے حاصل کرتی ہیں اور سیٹیٹ سے بھی ووٹ کی مناسبت سے انکو ایک کنٹری بیوشن ملتا ہے اور کچھ پارٹیوں میں یہ چیز اتنی ہے مثلاً لبرل پارٹی آف کینیڈا کے بارے میں بتایا جاتا ہے

75% of their donations come from Corporations

جناب والا! فرانس کی صورت حال بھی یہی ہے۔ فرانس میں پولیٹیکل پارٹیز کا کوئی الگ قانون نہیں ہے لیکن گورنمنٹ کی طرف سے مختلف قسم کی سپورٹ ملتی ہے individuals اور بزنس اور انڈسٹری آزاد ہیں کہ وہ پولیٹیکل پارٹیز کو فنانس کریں۔ حکومت کی طرف سے جو چیز کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ ان کو campaign کی مناسبت سے ریڈیو ٹیلی ویژن پر وقت candidate's flags and mailing free campaign یا اس قسم کی کچھ دوسری مراعات وغیرہ دی جاتی ہیں۔ جرمنی کے بارے میں بھی یہی صورت حال ہے۔ جرمنی میں نہ صرف یہ کہ پولیٹیکل پارٹیز ایکٹ ہے۔ اور پولیٹیکل پارٹیز ایکٹ کے اندر اس بات کو فراہم کیا گیا ہے کہ فنانسنگ کے دائرہ کار کیا ہوں گے ان کے اندر اس بات کی اجازت دی گئی ہے کہ وہ پرائیویٹ کنٹری بیوشنز لے سکتے ہیں لیکن تمام کنٹری بیوشنز کو ظاہر کرنا پڑتا ہے۔ نیز حکومت کی طرف سے ہر ووٹر کی مناسبت سے جس پارٹی نے جتنے ووٹ حاصل کیے ہیں۔ فی ووٹ ان کو خاص کنٹری بیوشن ملتا ہے بشرطیکہ ان کو پانچ پرسنٹ آف ٹوٹل ووٹ حاصل ہوا

ہو۔ انڈیا کی مثال ہم بار بار دیا کرتے ہیں انڈیا میں بھی صورتحال یہ ہے گو کوئی الگ پولیٹیکل پارٹیز ایکٹ نہیں ہے الیکشن کمیشن میں پارٹیز رجسٹرڈ ہوتی ہیں اور ایک خاص پرسنٹیج ووٹس کی ان کو مل جائے تو وہ آرگنائزڈ پارٹی treat کی جاتی ہے اور یہ پارٹی donations حاصل کرنے کی entitled ہوتی ہے individuals سے بھی اور بزنس مین سے بھی انسائیکلوپیڈیا میں کانگریس پارٹی کے بارے میں لکھ دیا گیا ہے کہ تقسیم سے پہلے بھی اور تقسیم کے بعد بھی ان کو بزنس سے substantial support ملتی ہے۔

In India Congress enjoy sheer monopoly over political contributions from business and still receive substantial support from other sources.

اٹلی کی پوزیشن جناب والا! یہی ہے کہ پولیٹیکل پارٹیز کو individuals سے بزنس کارپوریشنز سے لینے contributions or donations کا حق ہے اور حکومت بھی ان کی مدد کرتی ہے مسلمان ممالک مثلاً ملائیشیا میں پارٹیز کو اس بات کا قانونی حق ہے کہ وہ ممبرز سے بزنس سے donations لیں اور donations کو explicitly شو کیا جائے۔ سری لنکا میں بھی یہی کیفیت ہے ان کو contributions donations لینے کی اجازت ہے اور ان کا اکاؤنٹ پیش کرنے کی ہدایت۔ ترکی میں ہمیں بڑی دلچسپ یہ چیز ملتی ہے غالباً ترقی پذیر ممالک میں ترکی واحد ملک ہے جس میں نہ صرف پولیٹیکل پارٹیز کو حق حاصل ہے individual اور کارپوریشن سے اعانت لینے کا بلکہ ان کی حکومت بھی ووٹ کی مناسبت سے تمام پارٹیز کو سپورٹ کرتی ہے اور اس میں اپوزیشن پارٹیز کے لیے weightage ہے۔ جناب والا! انگلستان میں پوزیشن بھی یہی ہے۔ گو انگلستان میں کسی قسم کی قانونی پابندی نہیں ہے لیکن ٹریڈ یونینز سے، بزنس سے، پارٹیز کو کنٹری بیوشن لینے کا حق ہے اور گورنمنٹ پارٹی کو کچھ نہیں دیتی۔ لیکن اپوزیشن کو سرکاری خزانے سے مدد دی جاتی ہے لیبر پارٹی کو ان کے ووٹ اور ممبر شپ کی مناسبت سے half a million dollar per year دیا جاتا ہے۔ ایس۔ ڈی پی اور لبرل پارٹی جو ہیں وہ غالباً ۵۰۰ ہزار پاؤنڈ سالانہ لے رہی ہیں۔ آپ کے علم میں یہ بات ہوگی کہ امریکہ میں بھی پولیٹیکل پارٹیز کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ all donations حاصل کر سکتی ہیں نیز حکومت presidential campaign اور campaign کے لیے وسائل فراہم کرتی ہے جناب والا! اگر آپ دنیا کے تمام تجربات کو دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ بمشکل ایک

یا دو ممالک ایسے ہیں جہاں کسی قسم کی کوئی پابندی ہے اور پابندی بھی اس نوعیت کی ہے کہ ایک کمپنی اتنی رقم سے زیادہ نہیں دے سکتی۔ لیکن کہیں یہ پابندی نہیں ہے کہ بزنس یا انڈسٹری پولیٹیکل پارٹیز کی کوئی مدد نہ کریں۔ جناب والا! وہ تمام دنیا کے ممالک جہاں پولیٹیکل پارٹیز کام کرتی ہیں اس کی فطری اور لازمی تقاضا ہے کہ پولیٹیکل پارٹیز کو اس بات کا موقع دیا جائے کہ وہ اپنے فنانسز حاصل کریں۔ اس کا بجٹ پیش کریں۔ اس کا اکاونٹ پیش کریں لیکن یہ بڑی نامعقول پابندی ہے کہ جو کمپنی کوئی پولیٹیکل کنٹری بیوشن دے اس کو سزا دی جائے۔ اسے بین کیا جائے اور ذمہ دار افراد کو دو سال تک کی سزا دی جائے۔ پھر جناب والا! اس کا اثر کیا ہوگا۔ اس کی نتیجہ یہ ہوگا کہ آپ قانوناً بلیک اکانومی اور درپردہ سپورٹ کا دروازہ کھولنا چاہتے ہیں۔ ایک طرف آپ کا دستور یہ کہتا ہے کہ پولیٹیکل پارٹیز اپنے finances reveal کریں دوسری طرف آپ پابندی لگا دیتے ہیں کہ کوئی کمپنی پولیٹیکل پارٹیز کو سپورٹ نہیں کر سکتی یہ تضاد ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ غیر قانونی انداز میں مالیات حاصل کی جائینگی۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ دفعہ ختم ہونی چاہیئے ایک عام شہری کی طرح کمپنیوں کو بھی اس بات کا حق ہونا چاہیئے کہ وہ پولیٹیکل کنٹری بیوشن دے سکیں اور یہ چیز بالکل کھلی کتاب کی مانند ہے تاکہ جو کنٹری بیوشن وہ کرتی ہیں وہ سب کو معلوم ہو پولیٹیکل پارٹیز کے اکاونٹ میں وہ چیز آئے اور اور اس طرح ہم ایک کھلا معاشرہ اور کھلی سیاست انجام دیں ورنہ ہم بھی جانتے ہیں اور آپ بھی جانتے ہیں اور آج بھی یہ ہوتا ہے کہ جب حکومت وقت کو کوئی کام کرنا ہے۔ تو بزنس مین کو بلایا اور روپیہ لیا جاتا ہے پولیٹیکل پارٹیز جو کچھ دوسرے ذرائع اختیار کر سکتی ہیں۔ اپنے leverage رکھتی ہیں وہ یہ طریقہ اختیار کرتی ہیں جو بجائے اس کے کہ یہ سارے کا سارا کام under the carpet ہوا سے کھلے انداز سے ہونا چاہیئے۔

میں تو یہاں تک کہوں گا کہ حکومت کو پولیٹیکل پارٹیز کو پروان چڑھانے اور ان کی حوصلہ افزائی کرنے کیلئے جس طرح دوسرے ممالک کے اندر ہے اور جیسے میں نے ترکی کی مثال دی ہے اسی طرح کچھ ممالک میں بھی ایسی provisions موجود ہیں کہ پولیٹیکل پارٹیز کو قومی خزانے سے امداد ملے۔ تاکہ وہ stablize ہو سکیں ان کا کام بڑھ سکے اور اس ممالک میں صحیح روایات قائم ہو سکیں۔ لیکن یہ تو نہایت ہی غلط ہے کہ آپ ایک ایسی پابندی رکھیں جس

کی بنا پر کارپوریشنز جو ہیں ۔ بزنس جو ہے ، انڈسٹری جو ہے وہ سپورٹ نہ کر سکے اور جو راستہ وہ اختیار کرے وہ surreptitious راستہ ہو۔ غیر قانونی راستہ ہو اس پر کوئی احتساب نہ ہو سکے ۔ اس دروازے کو بند کرنا ضروری ہے اور اس کا راستہ یہی ہے کہ آپ اسے قانوناً کھولیں اور یہی وجہ ہے کہ ہم نے یہ بل move کیا ہے کہ اس ایکٹ کی کلاز جو ہے اسے delete کیا جائے ۔ اور اس طرح ایک کھلے انداز میں سیاسی پارٹیوں کی ترقی کیلئے اور ملک کی معیشت کے تمام عناصر خواہ وہ افراد ہوں یا ایسوسی ایشنز ہوں یا کمرشل ہاؤسز ہوں انہیں سیاست میں participate کرنے کا موقع ملنا چاہیئے ۔ یہ وہ دلائل ہیں جن کی بنا پر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس بل کو منظور کیا جائے ۔

جناب چیئرمین : شکریہ جناب وسیم سجاد صاحب اس مرحلے پر جناب عبدالرحیم میرداد خیل کھڑے ہوئے ۔

جناب چیئرمین : آپ بھی بولنا چاہتے ہیں ۔

جناب عبدالرحیم میرداد خیل : جی ، مختصراً ۔

Mr. Chairman: Let me draw your attention to the provision of the Rule. It says:

> "If a motion for leave to introduce the Bill is opposed, the Chairman, after permitting, if he so thinks fit, a brief explanatory statement by the members seeking leave and the Minister opposing it, may without further debate put the question."

It is only the right of the member and the Minister who is opposing him to speak at this stage.

Mr. Javed Jabbar: Mr. Chairman, I realize that but because you have the discretion to waive the rules. May I draw your attention to the incident in the Senate in November, 1985, when I sought leave for the House to move a Bill for seats reserved for women in the Senate. I do recall to the best of my memories that you permitted other members to express their opinion and therefore, under that same convention, I seek your permission.

جناب چیئرمین : جناب قاضی حسین احمد صاحب !

قاضی حسین احمد : جناب چیئرمین ! سیاسی جماعتیں ملک کی ایک ضرورت ہیں اور اس میں کوئی دو آراء نہیں ہو سکتیں ۔ سیاسی جماعتوں پر پابندی کا نتیجہ ہے کہ آج ملک افراتفری کا

شکار ہے۔ سیاسی جماعتیں ملک کے لیے اتنی ہی اہم ہیں جتنی کہ ملک کے لیے فوج، انتظامیہ یا عدلیہ اہم ہے سیاسی جماعتیں ہی قوم کو متحد رکھتی ہیں۔ سیاسی جماعتیں ہی قوم کی آواز بنتی ہیں ۔ اور سیاسی جماعتیں ہی قوم کے اندر آزادی اور حریت کی شمع روشن رکھتی ہیں۔ اس لیے اس میں کوئی دو آراء نہیں ہو سکتیں کہ سیاسی جماعتیں ملک کی ایک ضرورت ہیں۔ اس لیے ملک میں اس وقت ایک سیاسی جماعت کی حکومت ہے۔

مارشل لاء کے ختم ہونے کے بعد اب اس بات کی ضرورت ہے کہ مارشل لاء کی باقیات کو بھی ختم کر دیا جائے اور میں سمجھتا ہوں کہ کمپنیوں پر یہ پابندی کہ وہ کسی سیاسی جماعت کی کوئی اعانت نہ کر سکیں۔ مارشل لاء کی باقیات میں سے ہے اور ان کو بھی ختم ہو جانا چاہیئے اگر سیاسی جماعتوں کی اعانت کرنے کے جائز راستے بند کر دیئے جائیں گے تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ ناجائز راستے اختیار کیئے جائیں گے اس میں ان سیاسی لوگوں کو یا غیر سیاسی تخریب کاروں کو تقویت ملے گی جو کہ بلیک منی رکھتے ہیں جو سمگلروں کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ اور جو دوسرے راستے رکھتے ہیں یا جن کا غیر ملکی حکومتوں کے ساتھ تعلق ہے۔ جو جائز طریقوں سے، عام طریقوں سے اپنے فنڈز اکٹھے کرتے ہیں ان لوگوں پر پابندیاں لگ جاتی ہیں چنانچہ بعض ایسی کمپنیوں نے ہماری توجہ اس طرف مبذول کی کہ اگر اس کے لیے کوئی جائز راستہ نہیں بنایا جائے گا اور ہمارے اوپر یہ پابندیاں لگی رہیں گی تو اس کے نتیجے میں وہ محب وطن سیاسی جماعتیں جو اپنے شہریوں سے اور اپنے ملک کی کمپنیوں سے جائز صورت میں مالی اعانت حاصل کرتی ہیں، انہی کو نقصان ہو گا اور ان کمپنیوں کے بھی ہاتھ بندھے ہوئے ہوں گے۔ جناب چیئرمین! میں سمجھتا ہوں کہ جائز راستے بند کر کے حکومت خود ناجائز راستے کھولنے کی حوصلہ افزائی کرتی ہے اور میں وزیر عدل و انصاف سے، اگر واقعی وہ وزیر عدل و انصاف ہیں، وہ بے انصافی کے وزیر نہیں ہیں۔ تو ان سے میں یہ درخواست کروں گا کہ دستوری پروویژن کا، جس کا پروفیسر خورشید صاحب نے تفصیلی حوالہ دیا ہے کہ جائز شہری کے حقوق کے حصول پر قدغن ہے کہ شہریوں کو ایک سیاسی جماعت کی جس سے وہ ہمدردی رکھتے ہیں، مالی اعانت کرنے سے روک دیا جائے۔

سرکاری ملازمین پر پہلے ہی پابندیاں ہیں۔ لیکن جو لوگ سرکاری ملازمین نہیں ہیں اور جو ملک کے عام شہری ہیں ان کا دستوری حق ہے کہ وہ سیاسی جماعتیں بنا سکیں اور سیاسی جماعتوں

کے ساتھ تعاون کر سکیں۔ اس تعاون میں ان کو وقت دینا، ان کے ممبر بننا۔ اگر وہ کسی کمپنی کے شیئر ہولڈر ہیں تو اسی کمپنی کی طرف سے ان کی اعانت کر دینا، یہ اس کے جائز دستوری حقوق میں سے ہے۔ اس لیے جناب چیئرمین، میں آپ کے توسط سے اور ایوان کے توسط سے حکومت سے درخواست کروں گا کہ وہ اس طرح کے مبنی بر انصاف مطالبہ کے راستے میں رکاوٹ نہ بنیں۔ اور جو آرڈیننس ایک ایسے دور میں ہوا تھا، جب اسمبلیاں نہیں تھیں، اس پر غور کیا جائے۔ اب چونکہ اسمبلیاں بنی ہیں سیاسی جماعتیں بنی ہوئی ہیں اور ایک سیاسی جماعت حکمرانی کی دعویدار ہے اور حکومت چلا رہی ہے تو یہ ایک بالکل، غیر سیاسی اور غیر منصفانہ اقدام ہوگا کہ اس ترمیمی بل کی مخالفت کی جائے۔ شکریہ!

جناب چیئرمین: شکریہ! میرے خیال میں اس اسٹیج پر جیسے میں نے جاوید جبار صاحب سے عرض کیا تھا اس پر discussion نہیں ہو سکتی آپ نے "ہاں" یا "ناں" میں ہی ووٹ دینا ہے، رولز کے مطابق وہ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ ہم نے اجازت دی تھی، آپ اسے رولز کی exception سمجھئے یا اس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ایک precedent set. کیا تھا۔ لیکن اب جو نئے رولز بنے ہیں، کم از کم میرا یہ خیال ہے اور آپ سے درخواست بھی ہے کہ ان کو letters اور spirit دونوں میں دیکھا جائے تاکہ آئندہ کے لیئے یہ بحث دوبارہ یہاں نہ آئے۔

جناب عبدالرحیم میرداد خیل: جناب ہم یہاں "ہاں اور "ناں" کے لیے نہیں آئے ہمیں صفائی پیش کرنے کا موقع دیا جائے

جناب چیئرمین: جب اس بات کا موقع آئے گا تو اس وقت "ہاں" اور "ناں" کی ضرورت محسوس نہیں ہوگی۔ آپ پورے دلائل پیش کر سکتے ہیں۔ آپ بحث کر سکتے ہیں، فرسٹ ریڈنگ، سیکنڈ ریڈنگ، تھرڈ ریڈنگ ہوتی ہے۔ یہ سب آپ کے اختیار میں ہے۔ لیکن اس اسٹیج پر ہاؤس اجازت دیتا ہے یا نہیں دیتا۔ یہ صرف "ہاں" اور "ناں" میں اظہار فرمانا ہے صرف movers اور جو منسٹر oppose کرتا ہے وہ بول سکتے ہیں۔ باقی آپ صاحبان You are lords or the masters اس پر بحث نہیں کر سکتے اگر آپ چاہتے

ہیں کہ ان رولز کو ignore کر کے اس پر ابھی سے بحث شروع کی جائے تو مجھے کوئی اعتراض
نہیں ہوگا - لیکن آپ اس کے لیئے ہاؤس کو convince کریں - جناب وسیم سجاد صاحب -

Mr. Chairman: Mr. Wasim Sajjad.

Mr. Wasim Sajjad: Sir, we do not dispute the importance of political parties and as everybody knows the political parties are functioning freely in Pakistan today. They are holding meetings. They are propagating their political views. The Prime Minister, on a matter of national importance, called the heads of all major political parties to a conference so that this matter be discussed. This indicates the supreme importance that the government gives to the political parties to play an important role in organizing public opinion in the country.

Eversince Martial Law was withdrawn, there are free political activities throughout the country. However, at the moment, we are dealing with a Bill which seeks to repeal section 197 of the Companies Act. Under section 197, it has been prohibited for the corporate sector that is the companies to contribute any amount to any political party or to any individual or body for any political purposes and if any company contravenes this provision certain fines have been provided in the law.

Sir, the purpose of this provision when originally enacted appears to be that the persons who constitute the company and the shareholders who invest in the company, do so primarily to obtain benefits for a commercial venture. They do not envisage a political role by the company and the company itself is unable to actually participate in thes role. the company cannot stand for election; the company cannot put up a candidate. And perhaps it was for this reason that when this matter was conceived they felt that they should not allow a company to contribute to a political party or to a person for political purposes. Of course, this does not prohibit other commercial organizations or enterprises whether it is an individual businessman or a firm or a partnership from making contributions. This was done only in the corporate sector perhaps, as I said earlier, keeping in view the fact that the corporate sector or the company itself has certain limitations when acting in the political arena. It was for the reason perhaps that the company may also come under pressure, if the company were to be allowed to make contributions to a political party. It is for this reason Sir, that the government has decided to oppose this Bill at this stage.

However, Sir, I would like to assure the members that we will keep this matter under review and if the government feels that there is a stage when it would be in the national interest or the public interest that the companies should be allowed to participate and make contributions to political parties. We will ourselves bring a Bill to remove this prohibition. But at this stage, Sir, we feel that it would not be appropriate to take away

this prohibition which is contained in section 197 of the Companies Act. Therefore, Sir, I oppose this Bill.

Mr. Chairman: Would you also kindly respond to what Prof. Khurshid stated earlier that the Ordinance in its present form section 197 of it is violative of the Constitution? What is your opinion on that?

Mr. Wasim Sajjad: Sir, I would like to draw your attention to the two Articles which the honourable mover has referred to. The first is Sir, Article 17(1):

> "Every citizen shall have the right to form associations or unions, subject to any reasonable restrictions imposed by law in the interest of sovereignty or integrity of Pakistan, public order or morality."

Article 17(2) deals with political parties:

> "Every citizen, not being in the service of Pakistan, shall have the right to form or be a member of a political party, subject to any reasonable restrictions imposed by law in the interest of the sovereignty or integrity of Pakistan and such law shall provide that where the Federal Government declares that any political party has been formed or is operating in a manner prejudicial to the sovereignty or integrity of Pakistan, the Federal Government shall, within fifteen days of such declaration, refer the matter to the Supreme Court whose decision on such reference shall be final."

And then Article 17(3) Sir:

> "Every political party shall account for the source of its funds in accordance with law."

So, the two Articles are relevant and then Article 18, I think, was also referred to:

> "Subject to such qualifications, if any, as may be prescribed by law, every citizen shall have the right to enter upon any lawful profession or occupation, and to conduct any lawful trade or business."

So, Sir, the two relevant Articles - 17(2) and 17(3) - Article 17(2) says:

> "That every citizen shall have the right to form or be a member of the political party."

Here, Sir, I think, it is very clear that every citizen refers to a person in his individual capacity. It does not mean that a company can become a member of political party, it does not envisage that. The company cannot be termed as a citizen. It refers to the individual. And then Sir, there are certain restrictions which can be imposed by law in the interest of the sovereignty and integrity, which is not relevant Sir. We are not imposing any restriction on the right of a citizen to be a member of a political party by this provision which is under consideration.

Then Sir, every political party shall account for the source of its funds in accordance with law that whatever funds it lawfully receives. A person may illegally receive funds. Here we are saying that any funds that

it receives should account for that. But it does not say or it does not mean that we should legalize something which public law feels should be prohibited. So, whatever funds it receives, from whatever source it receives, the political party has to account for that fund in accordance with Article 73. It has to state from where the fund has been received. Sir, as we know, under the Political Parties Act if a foreign aided party is receiving funds from abroad there are certain restrictions on that. So, it is with a view to determine who are the supporters of this party and whether the party is acting against the interest of Pakistan or not. This restriction has not been imposed now. This was imposed, I think, in 1979 or so. It is a provision which was brought in somewhere in 1975 and in those days this Article 72 was amended to bring in these two restrictions; one is that a political party, if it is acting in a manner prejudicial to the sovereignty or integrity of Pakistan the Federal Government has the power to refer that matter to the Supreme Court for decision. Secondly, every party shall account for the source of its funds in accordance with law. So, I don't see a direct co-relation between this provision which says it shall account for the source of its funds and section 197 of the Companies Act which says that a company will not contribute to the funds of a political party. It means Sir, that, as I said, it appears to me that the original conception must have been that the shareholders who contribute to the company do not envisage utilization of that fund for any other purpose except the advancement of that commercial venture and the purpose being to obtain profit from that investment. I think that was the conception. But, as I said, I do state that we will keep this matter under constant review and if we feel that the public interest now demands that it is in the interest of the people of Pakistan that this restriction should be removed we shall ourselves bring legislation to that effect.

Mr. Chairman: Professor Khurshid Ahmed Sahib.

پروفیسر خورشید احمد: جناب چیئرمین! مجھے اجازت دیں کہ میں پورے ادب سے یہ بات کہوں کہ محترم وزیر عدل نے جو کچھ کہا ہے اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اچھا وکیل بھی جب ایک نہایت بودے کیس پر دلیل دیتا ہے تو اس کا کیا حال ہوتا ہے جناب والا! سوال یہ تھا کہ اگر پولیٹیکل پارٹیز اس ملک کی ایک ضرورت ہیں، اس دستور کا ایک تقاضا ہیں تو ان پولیٹیکل پارٹیز کو بنانا ان میں شرکت کرنا۔ ان کی تائید کرنا ایک جائز اچھا، پسندیدہ اور ایک مطلوب کام ہے اور کوئی اس کے خلاف بات کی جائے تو اس کے لیے مضبوط دلائل ہونے چاہئیں ورنہ دستور کا تقاضا یہ ہے کہ سیاسی پارٹیوں کا بنانا ان میں شریک ہونا، ان کی تائید کرنا درست ہے۔ دستور میں یہ نہیں لکھا جاتا کہ سیاسی پارٹی جلسہ کرے تو اس میں شرکت بھی کر لو۔ اسے اپنے کام کرانے کے لیئے مالی ضرورت ہے

-اس کی اعانت بھی دو ۔ ایک اصول آپ نے دے دیا کہ سیاسی پارٹی کا بنانا درست ہے ۔ اور اس کا ایک کردار متعین کر دیا اب اسکے جو بھی تقاضے ہیں وہ قانونی تقاضے ہیں ۔ logical تقاضے ہیں اور ان کا پورا کرنا دستور ہی کا پورا کرنا ہے پھر آپ یہ دیکھئے کہ دستور نے ایسا نہیں کیا legal restriction بلکہ کہا ہے کہ reasonable restriction آرٹیکل 17(2) اور آرٹیکل 17(1) اور دونوں میں الفاظ ہیں reasonable restriction imposed by law تو معلوم ہوگا اگر قانون کے ذریعے بھی آپ نے کوئی unreasonable restriction impose کی ہے تو وہ گویا دستور کے letter and spirit کے خلاف ہوگی اور جتنی جلد اس کی اصلاح کر لی جائے ۔ اتنا ہی بہتر ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ وزیر عدل کو یہ بات ماننی پڑی ۔ چاہیے وہ اپنی پارٹی کے فیصلے کے مطابق اس کی مخالفت کر رہے ہوں لیکن فی الحقیقت یہ مسئلہ ایسا ہے جس پر غور کرنے اور قانون کو درست کرنے کی ضرورت ہے جب وہ اس بات کو تسلیم کر رہے ہیں تو اس کیلئے معقول طریقہ یہ ہے کہ اس بل کو introduce ہو جانے دیں، خود بخود یہ سٹینڈنگ کمیٹی میں جائےگا ۔ سٹینڈنگ کمیٹی میں گورنمنٹ کو اکثریت حاصل ہے آپ کو وقت مل جائےگا سوچ لیجیئے ، مشورہ کر لیجئے ، پرائم منسٹر صاحب سے یا پارٹی میں دوبارہ غور کر لیجئے اگر اس میں کوئی improvement کرنا ہے تو وہ کر لیجئے ۔ اسی مقصد سے دراصل یہ سارے processes provide کیے جاتے ہیں تو ایک ایسی چیز کو جو prima facie اتنی معقول ہے ضروری ہے میرے خیال میں راج ہٹ کی بنیاد پر اس طرح اس کی مخالفت کرنا انکو زیب نہیں دیتا ۔ رہی یہ تاویل کہ اسمیں لفظ "citizen" استعمال ہوا ہے تو بلا شبہ اس میں لفظ "citizen" ہی استعمال ہوا ہے لیکن آپ اس کی تعبیر کریں گے ساری دنیا کے جمہوری تجربات کی روشنی میں ۔ اور وہ یہی ہے کہ افراد بحیثیت فرد، ایسوسی ایشنز ، بحیثیت ایسوسی ایشن حتیٰ کہ business enterprises بحیثیت business enterprises سیاسی جماعتوں کی مالی معاونت کرتے ہیں یہ دلیل انہوں نے دی ہے کہ ایک کارپوریٹ ادارہ جو ہے وہ محض تجارتی ادارہ ہے ۔ محض نفع کمانے والا ادارہ ہے اور اسکے لیے یہ پابندی لگائی گئی ہے کہ وہ سیاسی contribution نہ کرے ۔

میرا خیال یہ ہے کہ چونکہ ان کو تجارتی اور کارپوریٹ سیکٹر کے معاملات سے بہت

زیادہ واقفیت نہیں ہے۔ اس لیے یہ بات انہوں نے کہی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کارپوریٹ سیکٹر کو نفع کے ساتھ ساتھ سماجی ذمہ داری social consciousness کی ترغیب دی جاتی ہے اور آپ کا پورا قانون اس کی پشت پر ہے کہ اگر وہ کوئی ٹرسٹ قائم کرتے ہیں۔ کوئی ہسپتال قائم کرتے ہیں کوئی charity قائم کرتے ہیں یا حکومت کی کسی اپیل پر لبیک کہتے ہیں۔ تو نا صرف یہ ان کو اجازت ہے donation دینے کی بلکہ ان کی tax incentives دیئے جاتے ہیں تو معلوم ہوا کہ سیاسی، سماجی اور فلاحی کاموں کے لیئے تجارت کرنے والوں کو اعانت دینی چاہیے اور ان کو ترغیب دی جاتی ہے کہ وہ دیں۔ اور یہ نفع کے محرک کے خلاف نہیں ہے۔ بلکہ یہی وہ چیز ہے کہ جس سے تجارت جو ہے وہ خالص سرمایہ دارانہ ذہن سے ہٹ کر ایک فلاحی معاشرے ایک اسلامی معاشرے کے قریب آتی ہے تاکہ وہ محض اپنا ذاتی نفع نہ کمائیں بلکہ وہ قوم کے لیئے جو چیز ضروری اور بہتر ہے اس میں شریک ہوں۔ اور آپ کے قانون میں ایک جگہ نہیں بیسیوں جگہ اس کے لیئے گنجائش موجود ہے محض سیاسی رول کی جو آپ نفی کر رہے ہیں۔ یہ دراصل unreasonable restriction ہے۔

آخری بات جناب والا یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس پابندی لگانے کے بعد دراصل آپ ایک کمپنی کے shareholders کے ساتھ بھی ناانصافی کرتے ہیں۔ اس لیے کہ کمپنی کے open published accounts کے سامنے جو چیزیں آتی ہیں وہ وہی ہیں جو کہ اس کے shareholders ہیں۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ جو مدد بھی یہ کمپنی دے خواہ یہ فلاحی کام کے لیئے دے خواہ وہ ڈیفینس کے مقاصد کے لیئے خواہ وہ سیاسی پارٹیوں کو دے وہ openly accouts کے اندر آئے تاکہ تمام shareholders, Board of Directors اور قوم ان تمام چیزوں کو جانے۔ تو یہ ہے دراصل وہ صحیح راستہ اس لیے میں ان سے اپیل کروں گا کہ وہ اس بل کو introduce ہونے دیں اور اس کے بعد کمیٹی سٹیج پر وہ بھی دوبارہ غور کر لیں۔ اور ہم بھی ان سے افہام و تفہیم کے لیئے تیار ہیں۔ لیکن یہ ایک مثبت کوشش ہے جو پرائیویٹ ممبرز کر رہے ہیں۔ حکومت کو خود یہ کام کرنا چاہیئے تھا۔ اگر آپ نے نہیں کیا اور ہم نے اس معاملے میں پیش قدمی کی ہے۔ تو آپ کا فرض ہے کہ آپ ہم سے تعاون کریں نہ کہ آپ اس چیز کو آگے بڑھنے سے روکیں۔ شکریہ!

جناب چیئرمین: شکریہ! آپ نے جو نکتہ اپنے جواب کے شروع میں اٹھایا تھا۔ میں اسی کے متعلق وزیر انصاف صاحب کی توجہ دلانا چاہتا تھا اور میرے خیال میں وہ نکتہ کچھ یہ بنتا ہے کہ اگر آپ آرٹیکل 17(3) کو ریفر کرتے ہیں تو اس کے معنی صاف ہیں۔

Article 17(3) "Every political party shall account for the source of its funds in accordance with law."

جہاں تک source کا تعلق ہے اس سے آپ کمپنیز کی contribution کو eliminate نہیں کر سکتے source میں وہ بھی شامل ہے source میں وہ بھی subsume ہوں گے لیکن یہ govern کرتا ہے یہ باقی جو restrictions ہیں ان کو subject to law, اب جہاں تک any reasonable restriction imposed by law Companies Act کا تعلق ہے۔

There is a restriction imposed by law on what contribution the companies can or cannot make. Now the question then reduced itself to this: whether the restriction imposed by the previous Ordinance is reasonable in the eyes of law or is unreasonable. And I was trying to draw the attention of the honourable Minister to this point. Now, if the whole argument reduces itself to this: whether the restriction imposed by Ordinance of 1984 which is incorporated in Section 197 is reasonable or not, then I think, it is not for this House to determine that. We will have to go to the court for interpretation of that law and this was the point to which I was trying to draw the attention of the honourable Minister. Because the whole argument of admissibility or non-admissibility of the Bill would depend on this. The Constitution permits restriction to be imposed on the conduct of the companies, in the matter of contribution even to political parties also. But whether that can be considered as reasonable or unreasonable that is really for the courts to decide and this House on a number of occasions has decided that the interpretation of the Constitution in these matters is not for the House but for the courts. But I think, I have to put the question, now that the argument is finished.

قاضی حسین احمد: جناب چیئرمین، میں یہ عرض کروں گا۔۔۔۔

جناب چیئرمین: میرے خیال میں اب بحث کی اور ضرورت نہیں ہے۔

جناب وسیم سجاد: ۱۷(۱) اور ۱۷(۲) کی میں تھوڑی سی تشریح کر دوں جناب نے یہ فرمایا ہے کہ ۱۷(۲) کہتا ہے۔

"Every citizen not being in the service of Pakistan shall have the right to form, or be a member of a political party."

This gives a right to the citizens.

Mr. Chairman: Without any intention of interrupting you, I am reading the Constitution backwards. It says: "Every political party shall account for the source of its funds", which means that the political parties are entitled to receive funds, to generate funds and that source, if we read this by itself, does not exclude the participation in those contributions of companies. But companies are governed separately by another law. So, it is from there actually that I am arguing.

Mr. Wasim Sajjad: No, Sir. I think we should start with 17(2) and then come to 17(3). 17(2) says what kinds of restrictions can be imposed on becoming a member and it says (1) that every citizen shall have the right to form a party or be a member of a political party subject to any reasonable restrictions imposed by law on that citizen or on that party.

Here we are not imposing any restriction on the party, we are not imposing a restriction, the restriction has been imposed by the Companies Act on a company, not on a political party. There is no restriction on a political party directly. It says, restriction on a company just as we have several other restrictions on a company that you can do this or you cannot do this. You can participate in such activity or you cannot participate in that activity. There are so many other restrictions. Similarly there are restrictions that is to say on a government servant. He can do certain things and he cannot do certain things. If let us say 17(3) was so worded that every political party shall have the right to receive funds from all sources subject to reasonable restriction imposed by law, then that argument could have been brought in this way. Whether the restriction imposed on a company is reasonable or not. Here it only says that whatever funds you receive, in fact I would say that even if the funds are received from some source which may not be strictly legal, the party has to account for it then it is for the forum concerned to decide whether the party is acting against the national interest or not. That is a separate issue. This says that whatever funds you receive but it does not say that you have a right to receive funds from a certain quarter. This would not extend to that extent.

Mr. Chairman: I think, nobody is arguing that the political parties have a right to receive. The only question is whether companies, corporate bodies - they are an amalgam, they are associations of individual citizens - can contribute or not? There is a restriction imposed on them by law. The point that I have understood was whether that restriction imposed is violative of the Constitution or not.

Mr. Wasim Sajjad: That is what I am submitting Sir. These are fundamental rights. Fundamental rights are conferred on citizens of Pakistan and the citizens have been defined in the Constitution as a citizen defined by law.

Mr. Chairman: No, I think it is conferred even on association of citizens. Well, let us not go into that.

Mr. Wasim Sajjad: For example the right of not to be arrested, now we cannot arrest a company.

Mr. Chairman: A company is an association of individuals.

Mr. Wasim Sajjad: Correct Sir. If you look at the fundamental rights throughout, these are the rights of the individuals, citizens of Pakistan. For example, the dignity of a person, subject to law, the privacy of whom shall be inviolable.

مولانا کوثر نیازی: جناب چیئرمین میں بھی......

جناب چیئرمین: میرے خیال میں کافی بحث اس پر ہو چکی جو اس اسٹیج پر نہیں ہونی چاہیئے تھی۔ میں نے جاوید جبار صاحب سے بھی اسی لیئے معذرت کی تھی کہ یہ بحث لمبی ہو جائے گی۔ سوال صرف کوئسچن پٹ کرنے کا ہے۔

and as required by the Rules, the question before the House is:

> "That leave be granted to Qazi Hussain Ahmad, Professor Khurshid Ahmad to introduce the Bill to amend the Companies Ordinance, 1984 (XLVII of 1984) [The Companies (Amendment) Bill, 1987]."

(the motion was defeated)

Mr. Chairman: Leave is refused.

Mr. Wasim Sajjad: But as I said Sir, I would like to assure the honourable members that we will keep it under review and if we feel that now there is a stage where we should do it, we will do it.

Professor Khurshid Ahmad: Every thing under the sun is under review.

Resolution

Re: Revival of indexation of pay for government servants

Mr. Chairman: Next, we come to resolutions. Item 4, I think, has automatically become infructuous. In fact the two have been amalgamated. Maulana Kausar Niazi to move the following resolution:

> "That this House recommends that the indexation of pay, house rent and conveyance allowance introduced earlier for the Federal Government employees may be revived."

مولانا کوثر نیازی : جناب والا! سب سے پہلے میں پھر وہی سخن گسترانہ مطلع میں عرض کروں گا کہ آپ کی انگریزی اور اُردو کی قرار دادیں بالکل مختلف ہیں۔

جناب چیئرمین : ممکن ہے صحیح ہو۔ میں نے اُردو کی نہیں دیکھی۔

مولانا کوثر نیازی : میں نے اُردو میں جو قرارداد بھیجی تھی اس کا ترجمہ انگریزی میں کیا گیا وہ صحیح ہے لیکن اُردو معلوم ہوتا ہے کہ سیکریٹریٹ نے اپنی لکھ دی وہ غلط ہے اور میں زبان دانی کے لحاظ سے نہیں کہہ رہا کہ کوئی گرامر کی غلطی ہو گئی ہے یا لغت کی غلطی ہو گئی ہے۔ اس کا مفہوم ہی غتر بود ہو گیا ہے۔

جناب چیئرمین : جو آپ کا original ہے اسی کو آپ move کر دیں۔

مولانا کوثر نیازی : original میرے پاس ہے نہیں۔ original اُردو کا ہونا چاہیئے تھا اور وہ یہ ہے کہ "یہ ایوان سفارش کرتا ہے کہ وفاقی حکومت کے ملازمین کیلئے تنخواہ ہاؤس رینٹ اور conveyance الاؤنس پر پہلے جو انڈیکسیشن متعارف کرایا گیا تھا اس پر نظر ثانی کی جائے حالانکہ انگریزی میں صحیح ہے کہ

may be revived, and not revised but may be revived

جناب چیئرمین : revived لکھا ہوا ہے۔

مولانا کوثر نیازی : وہی تو عرض کر رہا ہوں کہ اُردو میں نظر ثانی کا کہا گیا ہے سو وہ revised کا ترجمہ ہے۔

جناب چیئرمین : کیا آپ 'revised' چاہتے ہیں۔

مولانا کوثر نیازی : میں 'revived' چاہتا ہوں میں عرض کر رہا ہوں کہ انگریزی میں جو الفاظ ہیں وہ صحیح ہیں جو اُردو میں میرے اصل تھے وہ تو سیکریٹریٹ نے داخل دفتر

کو دیئے اور اپنی طرف سے انگریزی کا الگ ٹرانسلیشن کر دیا۔

جناب چیئرمین: اگر انگریزی کا revival صحیح ہے تو آپ اسی بنا پر اُردو ترجمہ سنا دیں۔

مولانا کوثر نیازی: لیکن میں عرض کرتا ہوں کہ میری جو اصل قرارداد تھی۔ وہ تو اُردو میں تھی۔ تو اسے کیوں نہیں رہنے دیا گیا۔ بہرحال!

جناب چیئرمین: میرے خیال میں قرارداد کے بھی کوئی قواعد ہیں۔ اس میں arguments اور یہ چیزیں شامل نہیں کی جاتیں۔ inferences, conjectures بیچ میں نہیں ڈالے جاتے۔ اس لیے اس کو نکالنا پڑتا ہے۔ باقی اصلی مطلب یہ ہے کہ آپ کا مطلب revision سے نہیں تھا۔ revival سے تھا اور انگریزی میں revival ہی لکھا ہوا ہے۔

مولانا کوثر نیازی: انگریزی میں تو ہے۔ لیکن میں نے جو اُردو میں لکھا تھا وہ کہاں گیا؟ وہ نظرِ ثانی کیوں بن گیا بہرحال اگر خیال رکھا جائے تو کوئی غلط بات نہ ہو گی۔

جناب چیئرمین: صحیح ہے۔

مولانا کوثر نیازی: جناب والا میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ قرآن پاک کی ایک مشہور آیت ہے۔ وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا

کہ زمین میں کوئی جاندار ایسا نہیں ہے۔ جس کے رزق کا ذمہ اللہ پر نہیں اور جو اسلامی حکومت قائم ہوتی ہے دنیا کے اندر وہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی نیابت کرتی ہے اور اس لحاظ سے اسلامی حکومت پر بھی یہ فرض عاید ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنی حدود مملکت میں ہر انسان کے رزق کی ذمہ دار ہو اگر وہ اس اصول کی خلاف ورزی کرتی ہے تو اسے کبھی خلافت یا اسلامی حکومت نہیں کہا جا سکتا۔ ہر انسان کے، ہر رعایا کے، ہر فرد کے رزق کا ذمہ اسلامی حکومت کا ہے۔ لیکن جو اس کے ملازمین ہیں جو اس کے نظام کو قائم رکھے ہوئے ہیں ان کے رزق کا اور باعزت رزق کا ذمہ تو بہر حال ہی حکومت کا ہوتا ہے اور حکومت اس بات کی ذمہ دار ہوتی ہے کہ وہ اپنے ملازمین کی بنیادی ضروریات زندگی اس احسن طریقے سے پوری کرے کہ وہ دلجمعی سے اپنے فرائض ادا کر سکے۔

جناب چیئرمین! یہ بات محتاج بیان نہیں ہے کہ پاکستان میں عام آدمی تو خیر جس کسمپرسی کا شکار ہے ہو رہے ہیں۔ لیکن سرکاری ملازمین بھی بے حد مشکلات کا شکار ہیں جن کی وجہ سے رشوت بڑھ رہی ہے نا اہلی بڑھ رہی ہے بے اطمینانی بڑھ رہی ہے اور اس وجہ سے عام آدمی کی مشکلات میں بھی اضافہ ہو گیا ہے کیونکہ جب وہ سرکاری دفاتر سے رابطہ قائم کرتا ہے اور وہاں غیر مطمئن کارکنوں سے اس کا واسطہ پڑتا ہے، رشوت طلبی سے اس کا واسطہ پڑتا ہے۔ نا اہلی سے اس کا واسطہ پڑتا ہے تو اس کی زندگی اور دو بھر ہو جاتی ہے تنخواہ کمیشنز قائم کیئے جاتے رہے ہیں۔ اس مقصد کے لیے کہ تنخواہوں پر صحیح طور پر نظر ثانی ہو اور جو تفاوت بڑے افسروں اور چھوٹے ملازمین کی تنخواہوں میں پایا جاتا ہے اسے ختم کیا جائے۔ لیکن مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہر تنخواہ کمیشن کے نتیجے میں بڑے افسوس اور چھوٹے سرکاری ملازمین کے درمیان تنخواہوں کا تفاوت پہلے سے بڑھ گیا۔ جناب والا! اس وقت صورت یہ ہے کہ ایک سیکرٹری پر بحیثیت مجموعی حکومت اپنے خزانے سے تیس ہزار روپے ماہوار خرچ کرتی ہے۔ تنخواہ دس ہزار روپے ہے، مکان ساڑھے پانچ ہزار روپے ہے۔ نوکر وغیرہ ہیں، تواضع الاؤنس ہے، اردلی الاؤنس ہے ٹیلیفون کی کوئی limit نہیں ہے، میڈیکل ٹریٹمنٹ الگ ہے۔ chauffeurdriven car اسی طرح ایک سیکرٹری تیس ہزار روپے میں جا کر پڑتا ہے۔ اور ایک نائب قاصد جو سات سو روپے تنخواہ لیتا ہے اور سب چھوٹے موٹے الاؤنس ملا کر وہ زیادہ سے زیادہ ایک ہزار روپے میں حکومت کو پڑتا ہے۔ گویا ایک اور تیس کا فرق ایک چھوٹے سرکاری ملازم اور ایک اعلیٰ سرکاری افسر کی تنخواہوں کے درمیان اس ملک میں پایا جاتا ہے، حالانکہ اس سے پہلے اس گورنمنٹ سے پہلے جناب والا! یہ تفاوت ۱ اور ۱۵ کا تھا۔ لیکن جوں جوں وقت گزرتا جا رہا ہے یہ تفاوت کم ہونے کی بجائے بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے اور سرکاری کارپوریشنوں میں اگر تنخواہوں کے اعداد و شمار دیئے جائیں۔ جو میں دے کر اپنی بات کو طوالت میں نہیں ڈالنا چاہتا تو یہ فرق ایک اور ساٹھ کا فرق بن جاتا ہے اس طرح وہ بیدردانہ تفاوت جسے ختم کرنے کے لیے پے در پے کوششیں کی جاتی رہی ہیں اور تنخواہ کمیشن بنائے جاتے رہے ہیں وہ اس پر منتج ہوا ہے کہ چھوٹے سرکاری ملازمین پہلے سے بھی زیادہ مفلوک الحال ہو گئے۔

غالباً اسی صورت حال کا اندازہ کرتے ہوئے اس وقت کے وزیر خزانہ نے غالباً ڈاکٹر محبوب الحق صاحب نے ۲۴ مئی ۱۹۸۵ کو جو بجٹ پیش کیا انہوں نے اس میں بڑے طنطنے کے ساتھ حکومت کا

اقتصادی منشور بیان کیا گیا یہ گویا ایک سال کے لیے بات نہ تھی کہ اس وقت کا بجٹ پیش کیا جا رہا ہے بلکہ انہوں نے ایک اقتصادی منشور دیا کہ جو اس حکومت کے سامنے رہنے دیا اور اس اقتصادی منشور کے اندر انہوں نے یہ فرمایا کہ اس منشور کے ستون کیا کیا ہیں، تو اس منشور کا چھٹا ستون انہوں نے بتایا تھا کہ تنخواہ دار طبقے کی تنخواہ کی انڈیکسیشن کے ذریعے سے گرانی سے تحفظ دے کر تنخواہ دار طبقے کی مشکلات کم کی جائیں گی چنانچہ جب انہوں نے یہ بجٹ پیش کیا تو اس میں انہوں نے یہ فرمایا کہ ہم نے چند اہم فیصلے کیئے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔ مقررہ آمدنی پانے والے طبقے کو جن پر قیمتوں کا اضافہ خاص طور پر اثر انداز ہوتا ہے۔ خاص اور بنیادی مراعات دینے کا فیصلہ کیا ہے اور وہ مراعات کیا ہیں ان میں سر فہرست رعایت یہ تھی کہ مقررہ تنخواہ پانے والے اشخاص کی تنخواہ کی انڈیکسیشن کر دی جائے تاکہ وہ گرانی کی بوجھ سے محفوظ رہ سکیں آئندہ سال سے یعنی صرف آئندہ سال ہی نہیں، بلکہ آئندہ سال سے یہ ایک مسلسل عمل ہوگا، ایک جاری عمل ہوگا کہ آئندہ سال سے اس سال کے دوران جتنی گرانی بڑھے گی اس کی مناسبت سے خود بخود تنخواہ بھی بڑھا دی جائے گی اور جناب والا! آپ سے بہتر کون جانتا ہے کہ بعض ملکوں کے یہ میکنزم موجود ہے کہ وہاں ہر سال از خود یکم جولائی کو.......

جناب چیئرمین: میں معذرت چاہوں گا میری ایک اور engagement ہے اور میں بریگیڈیئر حیات صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اجلاس کی صدارت کریں۔

(اس مرحلے پر چیئرمین محمد اسحاق خان کی بجائے بریگیڈیئر محمد حیات خان صاحب نے اجلاس کی صدارت فرمائی)۔

مولانا کوثر نیازی: یکم جولائی کو سرکاری اور پرائیویٹ فرموں کے ملازمین کی تنخواہوں میں از خود انڈیکسیشن دے دیتے ہیں جیسے فرانس میں ہے کہ وہاں ایک ادارہ موجود ہے جو سال بھر میں افراط زر کا، مہنگائی کا assessment کرتا رہتا ہے۔ اور پھر اس کے مطابق ہر یکم جولائی کو سرکاری اور پرائیویٹ ملازمین کی تنخواہوں میں اس تناسب سے اضافہ کر دیا جاتا ہے تو اس وقت کے وزیر خزانہ نے غالباً اسی صورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ کہا تھا کہ آئندہ سال سے خود بخود تنخواہیں اس مناسبت سے بڑھا دی جایا کریں گی پھر انہوں نے آگے چل کر اپنے اس اقدام کی وضاحت کرتے ہوئے یہ فرمایا تھا کہ اس ایک بنیادی اقدام سے ہم گرانی کے ستم زدوں کو تحفظ دینا چاہتے ہیں اور پھر ان لوگوں پر تنقید کرتے ہوئے جو اس انڈیکسیشن

کے مخالف تھے۔ انہوں نے انہیں بزدل کا طعنہ دیا انہوں نے فرمایا میں اس موقع پر یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ وہ حضرات جو یہ سمجھتے ہیں کہ انڈیکسیشن مزید گرانی کا پیش خیمہ ہوگی اپنے فیصلے اور تجزیے کو درست کر لیں انہوں نے فرمایا کہ گرانی کا علاج اس کے منبع سے کرنا پڑتا ہے لیکن صرف یہ کہہ دینا کہ گرانی کے ستم زدوں کو تحفظ دینے سے گرانی اور بڑھے گی بزدلی ہے، تو حکومت نے یہ اعلان کیا اور نہ صرف تنخواہوں کے اور بلکہ پنشن کے اندر بھی انڈیکسیشن دیا جائے گا۔ یہ ایک ایسا قدم تھا کہ ملک بھر میں اس کی تعریف کی گئی اور جائز طور پر سرکاری ملازموں کو اس کا حق پہنچتا تھا۔ کہ وہ اس رعایت کے حق دار بنیں کیونکہ جناب والا یہ ایک سامنے کی بات ہے کہ گرانی برابر بڑھ رہی ہے اور چیزوں کی قیمتوں میں اضافہ ہوتا چلا آرہا ہے اور ہوتا چلا جائے گا۔ میں نے یہ ایک سوال کیا تھا جناب والا ۷ جنوری ۱۹۸۸ء کو تو مجھے جو جواب اس سلسلے میں دیا گیا وہ یہ تھا کہ

"The salaries of government employees for 1987-88 were not indexed but revised on the basis of rate of inflation which was measured by price index based on prices of 465 commodities. List is annexed."

اور اس لسٹ کی رو سے ایک ہی مہینے کے اندر یہ جولائی کی لسٹ ہے جون میں بجٹ نافذ ہوا اور جولائی میں جو لسٹ دی گئی اشیائے ضرور یہ کی ان کے اندر کہیں ایک اعشاریہ ستاون فیصد اضافہ ہوا ہے کہیں ایک اعشاریہ پچیس فیصد اضافہ ہوا ہے اگر حکومت چاہے تو اپنے ہی وزیر کی دیئے ہوئے جواب کی روشنی میں اس مہنگائی کا اندازہ لگا سکتی ہے جو ایک مہینے کے اندر اندر بڑھ گئی۔ جناب والا! نہ صرف یہ بلکہ قیمتیں کس تیزی سے بڑھ رہی ہیں اور سرکاری ملازمین کو کن مشکلات کا سامنا ہے اپنے بچوں کی تعلیم تک کے معاملے میں اس کا اندازہ آپ اس سے لگا سکتے ہیں کہ ماڈل سکولز جو یہاں اسلام آباد میں قائم ہیں۔ ان کی فیسیں اس سال کے اندر ڈبل کر دی گئی ہیں۔ میں نے ایک سابق وزیر تعلیم کو جمعرات کے دن ایک ضمنی سوال پوچھتے ہوئے یہ عرض کیا تھا کہ کیا یہ حقیقت ہے کہ فیسیں بڑھا دی گئی ہیں۔ تو انہوں نے کہا نہیں پہلے بڑھائی گئی تھیں لیکن یہ ایک سرکلر ہے جو جاری ہوا ہے۔ ۲۱ فروری ۱۹۸۸ء کو۔

میں تحریک استحقاق بھی پیش کر سکتا ہوں کہ یہ غلط جواب دیا گیا لیکن یہ خواہ مخواہ بات کو بڑھانے والی بات ہے۔ یہ میں آپ کے سامنے جناب والا! پڑھتا ہوں یہ فیڈرل گورنمنٹ سکول فار گرلز جی ۳-۱/۶ کا سرکلر ہے اس میں یہ فرمایا گیا ہے کہ

"Improvement in functioning of Federal Government Model Schools in Islamabad has always been a cherished goal."

ہے تو cherished goal اب اسے achieve کرنے کا راستہ کیا ہے کہ فیسیں بڑھا دی جائیں

چنانچہ

"A policy has, therefore, been formulated to achieve this goal. This policy would take effect from 1st of April."

اور وہ پالیسی کیا ہے اس cherished goal کو حاصل کرنے کے لیئے کہ fee structure جو ہے وہ revise ہو گیا ہے۔ اور کلاس ون کی فیس جو پہلے دس روپے تھی اب بیس روپے ماہوار ہو جائے گی اسی طرح آگے سب کو بڑھاتے بڑھاتے جو کلاس 6th کی ۱۵ ہے وہ تیس روپے کر دی جائے گی اور جو 10th کلاس کی ۱۹ روپے ہے وہ ۴۰ روپے کر دی جائے گی۔ اور جناب والا سٹوڈنٹس فنڈ جو ہے جو پہلی سے پانچویں تک ۵ روپے تھا اب دس روپے کر دیا گیا ہے 9th اور 10th کلاسز کا ۸ روپے کی بجائے ۲۰ روپے کر دیا گیا ہے یہ ایک سال کے اندر جو تعلیمی اخراجات بڑھتے ہیں ان کا اندازہ آپ اس سے لگا سکتے ہیں کہ سرکاری سکولوں کے اندر فیسیں یکلخت ڈبل کر دی گئی ہیں اور سرکاری ملازمین کے جو محدود وسائل ہیں وہ آپ کے سامنے ہیں۔ rent کے نام پر جناب والا! جو ایک غریب کلرک کو الاؤنس دیا جاتا ہے وہ اُس کی تنخواہ کا ۴۵ فیصد تنخواہ کے اندر کیا اس اسلام آباد کے اندر کوئی جھونپڑی بھی کرائے پر لے سکتا ہے۔ کیا اس کا تصور ممکن ہے جناب والا! جو کوارٹرز سرکاری ملازمین کو الاٹ کیئے گئے ہیں۔ وہ بھی چوری چھپے اگر کسی کو دے دیتا ہے۔ تو ایک کمرہ ۸۰۰/- روپے سے کم کرائے پر نہیں دیتا یہ کہ وہ اپنی ۴۵ فیصد تنخواہ کے اندر یہاں کوئی جھگی لے کر اس کے اندر اپنے بال بچوں کو رکھ سکے۔

ان غیر حقیقی حالات کے اندر اپنے اگر آپ سرکاری ملازمین کو رکھیں گے۔ انہیں بچوں کی تعلیم کے لیئے سہولتیں حاصل نہیں ہوں گی انہیں میڈیکل کی سہولتیں نہیں ہوں گی انہیں سر چھپانے کے لیے جگہ میسر نہیں ہو گی تو پھر آپ سمجھتے ہیں۔ کہ اس ملک کا جو نظام ہے وہ efficiency کی بنیاد پر قائم ہو سکے گا۔ پھر آپ سمجھتے ہیں کہ آپ اس ملک سے رشوت ختم کر سکیں گے اور سمجھتے ہیں کہ اس ملک کے اندر لوگوں کے کام کاج آسانی سے ہو جائیں گے۔ جناب والا! جب تک آپ اپنے معاشی نظام کو تبدیل نہیں کریں گے۔ اس وقت تک اس

ملک کا کوئی کام صحیح نہیں ہوگا۔ اس کے لیے اپنے سرکاری ملازمین سے بِسمِ اللّٰہ کیجئے۔ ان کو ان کی محنت کے مطابق اجرت دینے سے ان کی صلاحیت کے مطابق کام لیجئے۔ اور ان کی محنت کے مطابق ان کو حق دیجیے۔ اگر آپ نہیں کریں گے تو اس کا نتیجہ وہی نکلے گا جو آج کل رہا ہے اور اگر یہی صورتِ حال جاری رہی تو میں آپ کو اس ہاؤس کے اندر warn کرتا ہوں یہ آواز اٹھاتے ہوئے کہ جناب چیئرمین! آہستہ آہستہ ہم انقلاب کی طرف بڑھیں گے۔ پھر ریفارم سے کام نہیں چلےگا۔ اصلاحات سے کام نہیں چلے گا پھر bloodshed ہوگا۔ پھر انقلاب برپا ہوگا اور وہ دن آیا تو اس ملک کے بسنے والوں کے لیے اور اس ملک کے لیے نیک فال نہیں ہوگا۔

جناب چیئرمین! عجیب و غریب بات یہ ہے حکومت نے ایک طرف یہ notify کر دیا ہے کہ یہ انڈیکسیشن جس کا قومی اسمبلی کے اندر بجٹ پیش کرتے ہوئے اس خطبے سے اعلان ہوا تھا۔ اور وزیرِ خزانہ نے اسے اقتصادی منشور کا سرعنوان بتایا تھا کہ اب یہ انڈیکسیشن ختم اب یہ انڈیکسیشن نہیں دیا جائیگا اور قومی اسمبلی میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے وزیرِ خزانہ نے یہ فرمایا ہے یہ سوال ان سے یہ پوچھا گیا تھا کہ کیا حکومت کے زیرِ غور ایسی کوئی تجویز ہے کہ اگلے مالی سال سے انڈیکسیشن کی سکیم ختم کر دی جائے گی۔ تو جناب والا! وزیر صاحب نے اس کا جواب یہ دیا کہ مالی مشکلات اور منظور شدہ ترقیاتی منصوبوں کو ترجیح دینے کے بارے میں حکومت کے عہد کے باعث اب ازمائشی طور پر یہ تجویز پیش کی گئی ہے کہ بجٹ کے کام کی جزو کے طور پر حکومت کی باقاعدہ منظوری کی صورت میں آئندہ مالی سال میں تنخواہ اور الاؤنسوں کی انڈیکسیشن نہ کی جائے یعنی حکومت کے زیرِ غور ہے ایک طرف notify کر دیا گیا ہے کہ انڈیکسیشن ختم کر دی جائے دوسری طرف یہ کہا گیا ہے کہ زیرِ غور ہے کیا اس ملک میں دو parallel حکومتیں بن چکی ہیں ایک سے زیرِ غور ہے اور ایک فیصلہ کر چکی ہے کہ انڈیکسیشن نہیں دی جائے گی۔ مجھے افسوس ہے کہ آج وزیرِ خزانہ نہیں ہیں ورنہ میں ان سے کہتا کہ جناب والا! خدا کے لیئے جناب میاں یٰسین صاحب آپ غریبوں کے حال پر رحم فرمائیں ان کی جو تھوڑی بہت گذران ہے۔ اس پر بھی سورۃ یٰسین نہ پڑھیں۔ آپ خدا کے لیئے ان کے حق میں آیتہ رحمت بننے کی کوشش کریں۔ اور یہ اعلان جو سابق وزیرِ خزانہ نے کیا تھا اور اس کی وجہ سے انہوں نے چھوٹے سرکاری ملازموں کے دلوں میں جگہ بنالی تھی۔ اسے منسوخ کر کے آپ حکومت کی بدنامی کا باعث نہ بنیں۔ مگر وہ یہاں تشریف نہیں رکھتے اس لیے میں ان

کے باقی ماندہ رفقاء کے سامنے یہ گذارش کروں گا کہ حکومتوں کے منشور ایسے نہیں ہوتے کہ ایک سال اناؤنس کیئے جائیں اور اگلے سال واپس لے لیئے جائیں۔ اس سے تو یہ بھی خطرہ پیدا ہو گیا ہے کہ کہ وہ پنج نکاتی پروگرام جو پانچ ارکان اسلام کی طرح ہر زبان سے جاری ہے کہیں اس کا بھی اسی طرح کریا کرم نہ ہو جائے تو اس منشور کو ختم نہ کیجیئے اسے جاری و ساری رکھیئے اور غریب ہوں کو سرکاری ملازموں کو ہر سال یہ جو افراط زر ہے، گرانی ہے۔ اس کی شرح سے یہ مراعات دیتے رہیئے یہ انڈیکسیشن دیتے رہیئے اسی میں آپ کا بھلا ہے سرکاری ملازمین کا بھی بھلا ہے۔ اور اسی سے ملک کا نظام صحیح پاتوں پر آگے بڑھتا رہے گا۔

جناب چیئرمین! یہ گذارشات تھیں جو مجھے اپنی قرارداد کی وضاحت میں آپ کے سامنے پیش کرنی تھیں مجھے امید ہے کہ یہ ایوان اپنی سابقہ روایات کے پیش نظر اس قرارداد کی party affiliation سے بالاتر ہو کر حمایت کرے گا اور غریب سرکاری ملازموں کے حق میں آواز بلند کرے گا۔ شکریہ!

جناب شاد محمد خان: پوائنٹ آف آرڈر جناب والا! میر داد خیل صاحب روز مرہ جو پوائنٹ آف آرڈر اٹھا کر فاتحہ کی درخواست کرتے ہیں۔ میں اس کا خوشگوار فریضہ ادا کرنے سے بچ گیا۔ سمیع الحق صاحب ایکسیڈنٹ میں بچ کر آگئے ہیں اب اس ہاؤس کی رونق بحال رہے گی۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: شکریہ! پروفیسر خورشید احمد صاحب!

مولانا سمیع الحق: جناب چیئرمین صاحب! جناب وسیم سجاد صاحب ہمدردی کے اظہار کے طور پر ابھی میرے پاس تشریف لائے تھے لیکن وہ شخص ان کا کوئی دوست یا عزیز ڈرائیورنگ رہا تھا۔ اب وہ ایوان میں ہیں نہیں۔

پروفیسر خورشید احمد: بسم اللہ الرحمن الرحیم جناب چیئرمین میں ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے اس اہم قرارداد پر اپنے خیالات کے اظہار کا موقع دیا حقیقت یہ ہے کہ محترم کوثر نیازی صاحب نے جو قرارداد پیش کی ہے وہ صرف ایک فرد کی قرارداد نہیں بلکہ اس ملک کے تمام ملازمت پیشہ افراد کے دل کی آواز ہے۔ میری خواہش تھی کہ آج نہ صرف وزیر خزانہ بلکہ محترم وزیر اعظم صاحب اس ایوان میں شریک ہوتے۔ اور اس بات کا اعلان کرتے کہ جب پالیسی کا آغاز ۱۹۸۵ء میں کیا گیا تھا۔ اسے تبدیل کرنا

پیش نظر نہیں ہے۔ جناب والا! ایک جمہوری حکومت عوام کی خواہشات اور عوام کی ضروریات ان دونوں کو ملحوظ رکھتی ہے اور یہی ایک جمہوری نظام کی justification ہے کہ اس میں حکومت اور عوام کے درمیان مسلسل رابطہ رہتا ہے۔ ڈائیلاگ جاری رہتا ہے، لوگوں کیلئے ممکن ہوتا ہے کہ اپنے مسائل اور اپنی مشکلات حکومت تک پہنچائیں۔ اور حکومت ان کا لحاظ رکھتی ہے، اس لئے کہ اسے بار بار عوام کے سامنے جاکر کے ان سے mandate حاصل کرنا ہوتا ہے۔

جناب والا! یہ ایک حقیقت ہے کہ ہمارا ملک انفلیشن کی گرفت میں ہے۔ پچھلے دو سال نسبتاً بہتر رہے، لیکن وہ بھی اس معنی میں کہ seventies میں اگر ہمارے ہاں نفلیشن ریٹ ۲۴ اور ۳۰ فیصدی تھا تو early eighties میں ۱۵ فیصدی تھا اس زمانے میں سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ۶ سے ۸ فیصدی اور تمام پروفیشنل پرائیویٹ اندازوں کے مطابق ۱۰ سے ۱۵ فیصدی انفیلشن رہا یہ انفلیشن ایک عام شہری کے لیئے اور خصوصیت سے وہ افراد جن کی کہ تنخواہیں متعین ہیں اور ان میں وہ افراد جن کی تنخواہیں کم ہیں، ان کے لیئے ایک کمر توڑ انفلیشن ہے۔ لیکن اسی سال تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس رفتار سے deficit financing ہو رہی ہے، جو پچھلے سال ۱۰ بلین تھی اور اس سال چودہ بلین تک ہو جانے کا امکان ہے۔ جس طرح domestic دیئے جا رہے ہیں، اس وقت domestic قرضوں کا بار ۲۲۵ بلین روپے تک پہنچ چکا ہے۔ تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ انفلیشن بڑھ رہا ہے۔ اب تک کے جو اعداد و شمار سامنے آئے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ پانچ فیصدی سے لے کر اٹھائیس فیصدی تک جن اشیاء کے بارے میں معلومات جمع کی جاتی ہیں ان انفلیشن کی رفتار بڑھ رہی ہے، اس صورتِ حال کے نتیجے کے طور پر تو یہ ازلبس ضروری تھا تو نہ صرف یہ کہ انڈیکسیشن باقی رکھا جاتا، بلکہ یہ سوچا جاتا ہے۔ کہ کس طرح ہم ملازمین کو مزید سہولتیں فراہم کر سکتے ہیں اور صرف سرکاری اداروں میں ہی نہیں بلکہ غیر سرکاری اداروں میں بھی جو لوگ فکس تنخواہوں والے ہیں، ان کی مصیبت کو، ان کے مسائل کو کس حد تک کم کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس کے برعکس جو کچھ کیا جا رہا ہے وہ یہ ہے کہ جو تھوڑا بہت ریلیف دیا جا رہا تھا۔ اس کو بھی واپس لیا جا رہا ہے۔

جناب والا! مجھے اس کے اوپر تین اعتراض ہیں، پہلا اعتراض خالص اسلامی اور اخلاقی نقطۂ نظر سے ہے۔ اسلام ایک معاشرے کے لیئے، ایک ریاست کے لیئے، یہ اصول

طے کرتا ہے کہ تمام لوگوں کی بنیادی ضروریات زندگی پوری ہونی چاہیئیں، اس کے بعد تفاوت ہو سکتا ہے، معقول حدود کے اندر۔ لیکن یہ بات کہ اس ملک کے اندر ایسے افراد ہوں کہ ان کو اتنی تنخواہ دی جائے۔ کہ وہ اپنے اپنے اہل خانہ کی بنیادی ضروریات پوری نہ کر سکیں، یہ ایک ظلم ہے۔ یہ ایک ایکسپلائٹیشن ہے۔ جس کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ خلافتِ راشدہ کے دور میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے باقاعدہ سروے کیا کہ ایک خاندان کی بنیادی ضروریات کیا ہیں۔ ایک خاندان کو کتنی اجناس، کتنی مقدار میں چاہیں، اور پھر اس بات کا انتظام کیا کہ ہر فرد کو، ہر خاندان کو اس کی ضرورت کے مطابق وہ ملے حتیٰ کہ جیسے ہی کوئی بچہ پیدا ہوتا تھا، اس کا وظیفہ مقرر ہو جاتا تھا، یہ وہ نظام ہے جو اسلام نے قائم کیا سوشل سکیورٹی کا، صرف زکوٰۃ ہی نہیں، بلکہ پورے بیت المال پر ایک ذمہ داری تھی کہ بنیادی ضروریات پوری ہوں، تو اسلامی نقطہ نظر سے یہ بے حد ضروری ہے، کہ ہم جو بھی inome and wage policy بنائیں، اس میں بنیادی کرائیٹیریا یہ ہو کہ اس میں ایک عام شخص کی ایک کارکن کی بنیادی ضروریات پوری ہو جائیں ایک سے لے کر ۱۷ گریڈ تک کے افراد کی جو تنخواہیں ہیں۔ اگر آپ بے لاگ جائزہ لیں، ایمانداری سے جائزہ لیں، تو حقیقت یہ ہے کہ یہ ناممکن ہے، کہ ایک خاندان جو ہمارے ہاں عموماً پانچ افراد پر مشتمل ہوتا ہے، اس تنخواہ میں اپنی بنیادی ضروریات بھی پوری کر سکے۔ سفید پوشی ان افراد کے لیئے ایک آزمائش اور مصیبت بن گئی ہے۔

جناب والا! سرکاری ملازمین کو تمام معیّن تنخواہ والے افراد کو اس عذاب سے نجات دلائیے pay scales revise کیجیئے۔ بلاشبہ یہ بھی ضروری ہے کہ efficiency بڑھے، لوگ اپنی محنت کا حق ادا کریں لیکن دوسری طرف یہ ہے کہ آپ ایسے wages دیں کہ جس سے ان کی ضرورت پوری ہوں جو آج نہیں ہو رہا ہے۔ دوسری چیز غیر فطری تفاوت ہے، جو انکم کے درمیان آج پایا جاتا ہے۔ اور بظاہر تو ایک اور تیس کا ہے، جیسے مولانا کوثر نیازی صاحب نے کہا، لیکن اگر آپ ملک پر نگاہ ڈالیں تو آپ یہ دیکھیں گے کہ یہ ایک اور تین ہزار تک پہنچا ہوا ہے، ان حالات میں اپنے آپ کو ایک مسلمان معاشرہ کہیں اس سے ہمارے سر شرم سے جھک جاتے ہیں۔ تو جناب والا! اخلاقی نقطۂ نظر سے میں سمجھتا ہوں کہ یہ بے حد ضروری ہے کہ سکیلز ریوائز کیئے جائیں اور کم سے کم چیز۔

جو ہے وہ یہ ہے۔ کہ انڈیکسیشن ہو، انڈیکسیشن کیا ہے، انڈیکسیشن کے معنی یہ ہیں کہ ایک شخص کی اصل قوت خرید کم سے کم اتنی رہے کہ جتنی ماضی میں تھی۔ اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ آپ اس کو کچھ دے رہے ہیں اس کے معنی صرف یہ ہیں کہ افراط زر کی بنا پر زر کی قدر میں جو کمی واقع ہوئی ہے۔ جس کی بنا پر کہ ایک شخص کی قوت اتنی رقم وصول کرنے کے باوجود پچھلے سال کے مقابلے میں کم ہو گئی ہے۔ آپ کم سے کم اس کو اتنا دیں کہ گذشتہ سال کی قوت، خرید باقی رہے، یہ ہیں انڈیکسیشن کے معنی، انڈیکسیشن کے اوپر ایک دو نہیں۔ دسیوں ممالک نے تجربہ کیا ہے Scandinavian countries تقریباً اس تیس سال سے عمل پیرا ہیں Latin American countries نے یہ تجربہ کیا ہے، دنیا کے دوسرے ممالک میں یہ نظام رائج ہے ہم نے سو فیصد انڈیکسیشن نہیں کیا۔ میں تو کہتا ہوں کہ اگر انڈیکسیشن ہو تو لازماً ...فیصدی ہونا چاہیے آپ نے تو اس سے ایک حد تک رکھا ہے کہ اگر تنخواہ اتنی ہو تو اتنے فیصد دوسرے الفاظ میں آپ نے اصل قوت خرید کم کر دی لیکن اب جو ظلم آپ کرنے جا رہے ہیں کہ جتنا کچھ ان کو دیا تھا وہ بھی واپس لے رہے ہیں، تو میں سمجھتا ہوں اخلاقی نقطۂ نظر سے یہ ایک بہت بڑی غلطی ہو گی۔ اور حکومت کو ہرگز یہ اقدام نہیں کرنا چاہیئے۔

دوسری بات میں جو جناب والا! اس پہلو پر کہنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ حکومت کی پالیسی کے اندر کچھ تسلسل، کچھ استقلال، کچھ استمرار ہونا چاہیئے، ہم ایڈہاک ازم کا شکار ہیں، کچھ پتہ نہیں ہوتا کہ اگلے سال جو نیا بجٹ آنے والا ہے۔ اس میں کہاں کہاں ٹیکس لگ جائیں گے، کسی کی جیب کٹ جائے گی، کس کے لیے بالکل نئے مواقع فراہم کر دیئے جائیں گے، یہ چیز کسی بھی ملک کے لیئے بڑی خراب ہے ۱۹۸۵ میں جس وقت انڈیکسیشن کی پالیسی اختیار کی گئی تھی، وہ اسی دعوے کے ساتھ کی گئی تھی، اور اس حکومت نے کی تھی، کہ ہم اب ایڈہاک ازم کو ختم کر رہے ہیں ایک ایسا اصول اختیار کر رہے ہیں جس کی بنا پر ایک built in mechanism وجود میں آ جائے گا، اور اس طرح افلیشن سے خطرات کو، افلیشن کی بنا پر جو erosion ہو رہا ہے قدرے ضرب کے کم از کم، اس سے کچھ نہ کچھ تلافی ہوتی رہے گی، دوسرے الفاظ میں آپ نے ایک مستقل پالیسی announce کی۔ لیکن اسی مستقل پالیسی کو announce کرنے کے بعد دو سال ہی میں اسے بدل رہے ہیں۔ اور میں دکھ سے یہ بات کہہ رہا ہوں، جن سالوں میں official inflation چھ، ساتھ فیصدی تھا، آپ نے انڈیکسیشن باقی رکھا۔ لیکن جس سال official inflation دس یا بارہ فیصد ہونے والا ہے، تو آپ نے اسے ترک کر دیا۔ میری نگاہ میں یہ بے وفائی بھی ہے اور ایک قسم کا دھوکا بھی۔

انفلیشن کو تو آپ قابو میں نہ کر سکے۔ لیکن آپ نے انفلیشن کے تدارک کے لیے جو تھوڑا بہت انتظام کیا تھا اسے آپ ختم کر رہے ہیں یہ بہت ہی غلط ہے۔

تیسری چیز جناب والا! سیاسی ہے، اور سیاسی اعتبار سے میں بات کہنا چاہتا ہوں۔ کہ اگر یہ حکومت اپنے مزدوروں، اپنے ملازمین اور اس کی مثال پر پورے ملک کے تنخواہ دار طبقے کو یہ بھی مراعات نہیں دے سکتی ہے، یہ بھی سہولت نہیں دے سکتی، تو حقیقت یہ ہے کہ پھر ہم ملک میں سیاسی خلفشار، بدامنی، اور لوگوں میں نفرت پیدا کرنے کی طرف جا رہے ہیں۔

آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ملک کی سیاسی فضا اچھی نہیں ہے لوگوں میں بے چینی اور اضطراب ہے انقلاب کی لہریں ابھر رہی ہیں اور ملک اور بیرون ملک ایسی قوتیں موجود ہیں جو ہماری مشکلات کو ایکسپلائیٹ کر رہی ہیں ان حالات میں حکومت کو بہت سمجھداری سے آگے بڑھنا چاہیے اور کوئی ایسا اقدام نہیں کرنا چاہیئے۔ جس کے سیاسی نتائج نقصان دہ ہوں ان تینوں وجوہ کی بنا پر جناب والا! indexation کو باقی رہنا چاہیئے اور اس ایوان کو اس قرارداد کو party affiliation سے بالاتر ہو کر منظور کرنا چاہیئے۔ تاکہ حکومت indexation کو باقی رکھ سکے۔

جناب پریذائڈنگ آفیسر: شکریہ! جناب میر داد خیل صاحب!

جناب عبدالرحیم میر داد خیل: جناب والا! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ مجھے اس مظلوم طبقے کی فریاد کو اس ایوان میں سنانے کے لیئے اور بحث کرنے کے لیے اجازت فرمائی۔ حقیقتاً یہ بات آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ ملک کو چلانے کیلئے نوے فیصد غریب عوام کا بہت بڑا حصہ ہے جناب والا! حکومت کا ہر بجٹ جو جون میں آتا ہے تو اس کے آنے سے قبل ہر شخص یہ سوچتا ہے کہ اب ہمارے لیئے کون کون سے مہنگائی کے حالات پیدا ہوں گے اور یہ بھی معلوم کرتے ہیں کہ ہماری تنخواہ میں کتنی کٹوتی ہوگی اور کتنا اضافہ ہوگا۔ چونکہ ان غریبوں کے اور کوئی وسائل نہیں ہوتے اس لیے رزق حلال کی تلاش میں ملازمت کرتے ہیں۔ وہ دن ہو یا رات، سردی ہو یا گرمی، دھوپ ہو یا بارش۔ لیکن اسے اپنی ڈیوٹی پر پہنچنا ہوتا ہے اور اس کو جو قانون کے مطابق یا شریعت کے مطابق ملنا چاہیئے تھا۔ اسے پامال کر دیا۔ کیونکہ یہ مکر جی نے کہا ہے اس لیے اسے یہ نہیں مل سکتا۔

جب کہ گذشتہ جون میں وزیر خزانہ صاحب نے بہت واضح طور پر یہ اعلان کیا تھا کہ ہم ان ملازمین کی تنخواہوں میں اضافہ کریں گے۔ اور اس کا باقاعدہ آرڈر نکلا۔ لیکن اب اس کے بعد یہ حکم نکلا کہ جو مراعات دی گئی تھیں وہ اب واپس لے لی گئی ہیں۔

جناب چیئرمین! یہ ایک دو رنگی اور منافقانہ رویہ تھا اور ان ملازمین کے ساتھ کھلا مذاق ہے جو ان کے ساتھ روا رکھا گیا ہے۔ یہ بھی آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ اس ملک میں فضول خرچیاں روز بروز بڑھتی جا رہی ہیں۔ اسکی آپ کو ایک مثال بھی دیتا ہوں کہ آپ کی پشت پر قائداعظم کی تصویر لٹک رہی ہے۔ اس پر ایک لاکھ روپیہ خرچ آیا ہے۔ لیکن آپ نے یہ اندازہ نہیں کیا کہ اگر آپ کو تصویر ہی سے محبت ہے۔ تو تصویر تو اس پانچ روپے کے نوٹ پر بھی ہے۔ جبکہ اس تصویر سے یہ زیادہ اچھی ہے۔ جو آپ رکھ سکتے ہیں۔ جناب چیئرمین! اگر تصویر سے محبت ہے تو کیا اقوال سے بھی محبت نہیں ہوتی چاہیئے؟ اسی قائداعظم نے فرمایا تھا کہ کام، کام اور صرف کام اس ملک میں ہونا چاہیئے۔ ہمیں ان اصولوں کو اپنانا چاہیئے۔ لیکن جناب چیئرمین! جو مراعات ملازمین کو دی گئی ہیں اگر نہ دی گئیں تو کیا مشکلات پیدا نہیں ہوں گی؟ یہ تو کام کریں گے ہی کیونکہ یہ وہ ملازمین نہیں جو کام چور نہیں۔ یہ غریب ضرور ہیں مگر ان کے دل میں خوف خدا ہے یہ کام بہر حال کریں گے۔ جناب چیئرمین! میں ایک مثال دیتا ہوں کہ گذشتہ دنوں ایک جج صاحب نے ایک اخباری بیان دیا۔ اور اس نے استعفیٰ دے دیا کہ جناب میرا اس تنخواہ پر گذارہ نہیں ہو سکتا کیونکہ ناجائز ذرائع میں استعمال نہیں کر سکتا۔ اگر تنخواہ اور سہولتوں میں اضافہ ممکن ہے تو پھر میں کام کرنے کو تیار ہوں۔ اگر نہیں تو میرا ملازمت سے استعفیٰ ہے۔ جو شاید آپ نے بھی پڑھا ہوگا۔

جناب چیئرمین! اس وقت چاروں صوبوں میں ملازمین انہی حالات سے دوچار ہیں جو ناقابل بیان ہیں۔ حال ہی میں پشاور صوبہ سرحد میں کلرکوں نے ہڑتال کی ہے۔ اور پورا صوبہ اس کی لپیٹ میں ہے۔ جبکہ اس کا احتمال ہے کہ اور بھی لوگ اس ہڑتال میں شامل ہو جائیں گے۔ ڈاکٹر اور لیبر بھی ان کی حمایت کریں گے پھر شاید اس سے پورا صوبہ متاثر ہو جائے گا۔ تو جناب چیئرمین ہم کیوں نہ ایسے اقدامات کریں جس سے ایک سرکاری ملازم کے جتنے کفالتی افراد ہیں۔ اسی تناسب میں اس کی تنخواہ میں اضافہ ہو۔ نہ کہ اس کی تنخواہ سے کٹوتی ہو۔ اور اس میں کمی کی جائے۔ جبکہ یہاں ڈھنڈورا ہے ملک میں ترقی ہو رہی ہے جمہوریت میں ترقی ہو رہی ہے۔ ساتویں پنجسالہ

منصوبے میں ہم اتنے کھرب روپے خرچ کر رہے ہے۔ جب کہ اس میں ملازمین کے لیے کچھ نہیں رکھا گیا۔

جناب چیئرمین! یہ وفاقی ملازمین کا مسئلہ ہے اور میں اتنی گزارش کروں گا کہ آپ بھی اس وفاق سے تعلق رکھتے ہیں اور اسلام آباد ہی سے سینیٹر منتخب ہوئے ہیں تو پھر آپ پر بھی لازم ہے کہ اس تحریک پر آپ بھی خصوصی توجہ دیں اور ایک اہم کردار ادا کریں۔ کیونکہ آپ کے مثبت کردار سے بڑی تقویت میسر ہو سکتی ہے۔ بہت بہت شکریہ!

مولانا سمیع الحق: جناب چیئرمین! مختصراً میں بھی عرض کروں گا کہ اس قرارداد میں بہت اہم بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ اور واقعتاً اس وقت سرکاری ملازمین کو بے حد مشکلات ہیں اور چھوٹے سرکاری ملازمین اور بڑے سرکاری ملازم کی تنخواہوں میں بڑا تفاوت ہے یہ معاملہ وفاقی ملازمین تک محدود نہیں۔ بلکہ صوبوں کے سرکاری ملازمین کی تنخواہوں اور مراعات کے درمیان بھی ایک عظیم تفاوت موجود ہے اور ہر جگہ بے چینی پھیلی ہوئی ہے اور اسی طرح صوبہ سرحد کے کلرکوں میں خاصی بے چینی موجود ہے جس کی وجہ سے وہ ہڑتال کر چکے ہیں اور اس معاملے پہ حکومت کو ہر سطح پر غور کرنا چاہیے کیونکہ بالآخر حکومت کے لیئے انتہائی مشکلات پیدا ہوں گی۔ اگر ملازمین کو بنیادی ضروریاتِ زندگی بھی میسر نہ آسکیں تو وہ اطمینان سے اپنے فرائض ادا نہیں کر سکتے۔ اور نہ رشوت اور بد دیانتی جیسی خرابیوں کا قلع قمع کیا جا سکتا ہے۔ جب تک ایک شخص کو روٹی، کپڑا مکان اور دیگر ضروریاتِ زندگی علاج اور تعلیم کی سہولت میسر نہ ہوں یہی حال اور طبقوں سے بھی کئے گئے وعدوں کا ہے۔ مثلاً پرانے پینشنرز کو بھی بار بار کہا گیا تھا کہ آپ کی پینشنوں میں اضافہ کیا جائے گا۔ لیکن اب تک ان کو ۳۰، ۴۰ سال پرانی شرحوں سے پینشن دیجاتی ہے جس سے ان کی گذر اوقات بالکل ناممکن ہے جیسے ہمارے پروفیسر صاحب نے حضرت عمر فاروق رضؓ کا حوالہ دیا۔ کہ ان کے باقاعدہ احکام تھے کہ ہر بچے کو پیدا ہوتے ہی اس کی ضروریات مہیا ہوں۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ اس سے بھی ایک قدم آگے حضرت عمر رضؓ نے فرمایا تھا۔ کہ فرات کے کنارے اگر کوئی کتا بھی بھوک سے مر گیا تو اللہ تعالیٰ مجھ سے اس کی باز پرس کرے گا۔ کہ عمر رضؓ تیری قلمرو میں ایک کتا بھوک سے کیوں مرا تھا۔ اور ایک جملہ تاریخ میں یہ بھی ہے کہ دریائے فرات کے دور دراز علاقوں میں اگر ایک اونٹ کو جس کو خارش کی بیماری ہو۔ خارش کی بیماری کی دوا نہ ملی تو مجھ سے اس کا بھی محاسبہ کیا جائے گا۔ تو یہ بہت ضروری ہے کہ جو حضرات حکومت کے ملازم ہیں اور اپنی زندگیاں خدمت کے لیے وقف کر چکے ہیں۔ حکومت

ان کی بنیادی ضروریات کریں اور جو بڑے درجے کے ملازمین ہیں اور جو چھوٹے طبقے کے ملازمین ہیں ان کے درمیان تفاوت کو کم کرے۔ میں ان الفاظ کے ساتھ اس قرارداد کی پرزور تائید کرتا ہوں۔

جناب پریذائڈنگ آفیسر: جناب جاوید جبار صاحب!

Mr. Javed Jabbar: Thank you Mr. Chairman. Mr. Chairman, the resolution specifically deals with the pay scales, the allowances admissible to employees of the Government of Pakistan and refers to the rationality for continuing the pledge given about indexation. But in my view the resolution highlights the absence of a relevant and meaningful wages and pay policy for this government. A wages and pay policy is not necessarily fulfilled by occasional pronouncements made in the budget at the time of the presentation of the budget or even by withdrawing those commitments or pledges made at the time of the budget.

Wages and pay policy required in 1988 or in the circumstances of today has to be a comprehensive study of the conditions in which people who work in positions of employment whether government or non-government. It is a study of the factors that influence their income levels and the factors that determine their productivity, their contribution to the national economy or to the process of national administration. And despite the existence of pay commissions in the past,this government has not yet given proof of a comprehension of the need, the grave need for a new wages and pay policy that is related to prices and is related to reality. Indeed moving of this resolution also highlights another unfortunate dimension of the present government where one is forced to believe that the conduct of financial policy may not be within the political control of this government.

One is forced to question whether this government exercises truly democratic political control over financial policy because of the nature and the manner in which financial policies are formulated and represented in parliament. A small example is the fact that even though the Orders of the Day today features at least five subjects which directly concern the Ministry of Finance, the Federal Minister for Finance is as usual pre-occupied with matters more important than legislative priorities. In this Cabinet they have not even bothered to appoint a Minister of State for Finance - a subject that is of such fundamental importance and relevance to every sector of national activity which deserves not one but, probably, three Ministers of State for Finance So that if the Federal Minister for Finance cannot attend to every little or major items at least his deputies give the subject of finance the legislative priority and respect that this subject deserves. It also illustrates the failure of this government in continuously allowing important portfolios to be retained by Ministers who

are already pre-occupied with other equally important subjects. And this is so in a government that is proud to claim an over 2/3rd majority in parliament. It appears that there is no lack of members of the ruling party who, I am sure, are eligible and qualified to handle these Ministries but there is a mysterious unexplained attitude in the conduct of public policy. Months go by without portfolios which are so crucial to national development being given the time and attention that they deserve.

So, therefore, this resolution calls into question the government's own attitude to the respect for the constitutional provision. What is the manner and the form in which a budget is presented? It is presented before Parliament, before the National Assembly, pledges are made and then subsequently non-political, non-elected people who by virtue of their specialized experience may exercise influence within the Prime Minister's Secretariat or within the Finance Ministry on financial policy assume a much more prominent role in reviewing a policy that has been presented before a democratically elected forum. And without excluding the expertise or the wisdom of such people, one must question the procedure and the propriety with which a very basic moral, political and legislative commitment is so arbitrarily and casually withdrawn without allowing the subject first to be discussed in Parliament and for it to be debated because as I said at the out set, the issue in principle is not just the two hundred thousand or eight hundred thousand people who may be affected at the Federal or the Provincial levels, it reflects the basic attitude of the government towards the conceptualization of financial policy, its formulation, its constant review and its application.

Mr. Chairman, the irony in countries like Pakistan which belong to the third world is that the degree of efficiency and motivation that is required by people who work for government is probably much greater than the level of efficiency and motivation required by people who work in the private sector. Because unlike the other countries and the other first and second worlds, the governments of third world countries play a much more direct and influential role in shaping economic policy and in shaping national development. The United States of American can afford to have inefficient public servants because the private sector of the United States of America is so dynamic, it is so well developed that it can even at many occasions afford to leave the government behind, it can create its own realities. Whereas in a country like Pakistan where the state and the government enjoy disproportionate power, the people who work in government have to meet unusually high standards of excellence.

However, we find that in actual fact not just in 1988 but from the very beginning the paradox is that the pay scale policy, the allowances policy for people who work for government have always been held irrationally and unrealistically at a lower level. It certainly illustrates the dilemma also for economic management that this issue is being raised at a time when we are borrowing in order to finance even our non-development expenditure. This is a harsh reality. This resolution comes at

a time when there is major public criticism of the rapid increases in administrative expenditure and in non-development expenditure. So, it is not an easy solution that any government can respond to a question posed by this resolution but the issue in principle as I said at the outset relates to a comprehensive understanding of what should be a wages and pay policy related to prices, related to a real economic policy which it appears that this government is not willing to allot the competence, the time and the attention that this subject deserves. Finance is certainly a political matter. It cannot be given to a non-political person but it is a political priority that deserves much greater depth of understanding and much greater sobriety than what has been shown.

Sir, the resolution highlights the fact that as far the report of the State Bank of Pakistan which can be referred to ironically in 1986-87 the last period for which the State Bank report is available, all three price indicators whether you take the whole sale price index, you take the sensitive price indicator, you take the consumer price index, in every one of these three basic price indicators the rate of increase in prices in 1986-87 has been much greater than in 1985-86. So much so that the very politely worded report of the State Bank of Pakistan, which for obvious reasons cannot afford to be possibly as bold and out spoken as it once used to be because of the rigid control that the Ministry of Finance and the government exercise over the State Bank of Pakistan, even that politely worded report of the State Bank says that the price pressures that have accumulated in 1986-87 and are evident obviously in the current year at the much greater rate deserve serious and immediate consideration. Therefore, to do away with indexation at a time when the government itself acknowledges that prices are rising explicitly, significantly, is a sad and unacceptable contradiction of official policy. It is ironic Mr. Chairman, that when the government tries to relate pricing flexibility in other sectors or cost of any item or element it immediately indexes its policy to movements both domestic and international. Whether it is the case of cotton yarn or whether it is the case of Petroleum, whether it is the case of any commodity, the justification offered by government for not implementing a certain policy requirement or for not yielding to demand is that we have to constantly revise policy. This has been the bone of contention recently between the Ministry of Commerce and the All Pakistan Textile Mills Association. I am not saying that the optima is necessarily in the right, I am only pointing out that it is the government's own stated policy that we want to be flexible in any policy that we announce. So, on the one hand, they index their changes of policy to any movement of indicators on the international market or the domestic scene. But when it comes to the income of one of the most important segments of the population on which the efficiency of their country's entire administrative system depends an arbitrary and non-democratic process is used to do away with a democratically endorsed pledge. And lastly Mr. Chairman, I look at the irony that only last week I believe, I was fortunate not to be in the House when that

Bill was passed where members of Parliament have been granted additions in their respective salaries and allowances and while fully realizing the need for such increases, while sympathizing with my colleagues and possibly with myself and seeing the need for this, I believe, that honour and principal demand that if this Parliament is able to accept salary increases for itself in relation to the overall price increases, it has a moral duty to first enable the same privileges in proportionate measure to be given to the bulk of those government employees who do not enjoy one-third or one-fourth . . .

Mr. Presiding Officer: There is no increase in the salary but only in the allowances for office and telephone.

Mr. Javed Jabbar: Right, well. I take it as the total sum that has been made permissible for members of Parliament to draw. Those facilities when eventually entitle us to some additional benefits and I think that a government that can afford to find the principle and the means to do for us, should have the moral and the conceptual readiness to give this matter priority. I, therefore, strongly endorse this resolution.

Mr. Presiding Officer: Thank you very much. Gentlemen, this is a very important resolution. It affects hundreds of thousands of people in the country with regard to their pay, allowances and emoluments. It also affects the financial state of the country. The Finance Minister may have his own constraints. Therefore, I feel it is necessary that the Finance Minister himself should be here to answer to all the questions and I, therefore, postpone this resolution to the next turn, *i.e.* on the Private Members' Day.

Mr. Javed Jabbar: I would like to confirm it from the Chair that the Minister for Finance is not present neither he is represented in any form. Surely the priority or the precedence for the legislature in a country should be defined and not be allowed to be taken so casually.

Mr. Wasim Sajjad: Sir, I do represent him but I think, I agree with you that this is an important matter and I would also like to state that so far as the perception of the problem is concerned that the government servants have a fixed salary and the inflation places a pressure on them which perhaps is not placed on other sectors in the same manner. I think, there is no difference as far as the perception is concerned. We fully appreciate the difficulty that a government servant has to go through but Sir, it is not the only question - and I would also say that the government has always tried to better the conditions and to improve the conditions of the government servants, but it is not simply a question of the intention, it is also a question of resources and what this country can do and offer at this stage and therefore, Sir, I agree with you that this

matter should be deferred and the Finance Minister should be able to place his point of view before this House. Thank you Sir.

Mr. Presiding Officer: As I have submitted . . .

Professor Khurshid Ahmad: Mr. Chairman, as there is no difference in perception,there would not be any deception and implementation.

Mr. Presiding Officer: As I have already submitted that it is understood that Finance Minister is not here and he is required to be here at the next meeting which will be held on the next Private Members' Day.

Now the session is closed and we will meet again on Tuesday, 15th March, at 6.30 p.m. Thank you very much.

[The House adjourned to meet again at half past six of the clock on Tuesday, the 15th of March, 1988]